فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث

کی پہچان

تالیف

محمد مسعود عالم قاسمی

اہلحدیث ٹرسٹ مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کراچی

فتنۂ وضعِ حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان

محمد مسعود عالم قاسمی

اہلحدیث ٹرسٹ، مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی ۱

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولنا الامین وعلی آلہ واصحابہ الطاہرین وبعد:

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کا قرآنِ کریم سے ناقابلِ انقطاع تعلق ہے۔ قرآنِ کریم کو مکمل طور سے سمجھنا یا اس پر عمل کرنا حضورِ اکرم کی مبارک شخصیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ حدیث، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر سے عبارت ہے، قرآنِ کریم کے پہلو بہ پہلو ہدایتِ انسانی کا دوسرا اہم ترین سرچشمہ رہی ہے۔ حدیث کی اہمیت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی مستند ترین علمی وعملی شرح وتفسیر ہے بلکہ قرآنی تعلیمات کی اساس پر جو بے مثال انقلاب دنیائے انسانیت میں برپا کیا گیا اس کی عملی تشکیل کی حقیقی اور صحیح ترین تصویر بھی پیش کرتی ہے۔ مزید برآں یہ رہنمائی بھی فراہم کرتی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر روحانی، اخلاقی، سیاسی، سماجی، معاشی غرضکہ ایک ہمہ گیر انسانی انقلاب لانے کے ذرائع، وسائل، اصول اور طریقے کیا ہیں۔ حدیث کی اس سہ گانہ اہمیت کے پیشِ نظر ابتدا ہی سے اس بات کی بھرپور جدوجہد کی گئی کہ اس سرچشمۂ ہدایت میں کسی قسم کی کوئی خارجی ملاوٹ شامل نہ ہونے پائے اور اس کے آبِ مصفا کو کوئی بیرونی شے مکدر نہ کرنے پائے۔ چنانچہ جن اصحابِ نظر اور صاحبانِ عزیمت کو پروردگارِ عالم کی طرف سے حدیث کو جمع کرنے کی توفیق دی گئی ان کو یہ بصیرت بھی عطا کی گئی کہ وہ حدیث کے زرِ خالص کو جاہلیت کی کدورتوں سے متمیز کر سکیں اور اسے اپنی حقیقی اور اصلی تب وتاب کے ساتھ باقی رکھ سکیں۔ ان باہمت لوگوں نے جعلی اور وضعی روایات کے گرد وغبار کے طوفان کو، جو ظہورِ اسلام کے بعد کی جاہلیت نے حدیث کے آئینے کو مکدر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً اٹھایا، اپنی تحقیق کی بے پناہ بارشوں سے تہ نشین کر کے ہمیشہ کے لیے آئینۂ حدیث کو مجلّا ومصفا کر دیا۔ حدیث کے داخلی وخارجی نقد، سند ومتن حدیث کی جانچ پڑتال، رواۃ حدیث کے احوال اور ان کی ثقاہت کی تحقیق وتفتیش، قرآنِ کریم کے تا بہ ابد محفوظ الفاظ ومعانی سے مطابقت ومناسبت، عقل وفکر کے معیار پر پرکھنا، غرضکہ ہر ممکن الحصول طریقے کا استعمال کیا گیا تاکہ حدیثِ رسولؐ جعلی اور وضعی روایتوں سے قطعی طور سے حفاظت ہو سکے۔

ان کوششوں کا اجمالی سا جائزہ بھی ان سلف صالحین کی بے پناہ جدوجہد کا پتہ دے سکتا ہے۔ حدیث کے ناپید اکنار ذخیرے کو چھان پھٹک کر یہ طے کرنا کہ کون سی روایت واقعی حدیث رسولؐ ہے اور اس کا انتساب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف درست ہے اور کون سی روایت وضع وجعل کا نتیجہ ہے اور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان، کوئی معمولی درجہ کا کام نہیں۔ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔

عربی زبان میں کتنی ہی کتابیں ایسی ہیں جنہوں نے حدیث رسولؐ کو جعلی و وضعی روایتوں سے ممیز کرنے کے نہ صرف اصول بتائے ہیں بلکہ علاوہ ان اصول کو ذخیرہ روایات پر منطبق کر کے جعلی اور وضعی روایات کی نشاندہی کر کے ان کے مجموعے بھی تیار کر دیئے ہیں تاکہ ہر شخص ان کا علم حاصل کر سکے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری اردو زبان اب تک اس فن اور اس کے جواہر پاروں سے تہی دامن تھی۔ الحمد للہ کہ ہماری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ناظم سنی دینیات مولانا مسعود عالم صاحب کو اللہ نے توفیق بخشی اور انھوں نے اس کمی کو پورا کرنے کی طرف توجہ دی۔ آپ کی کتاب "فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان" اردو زبان میں میرے علم و اطلاع کی حد تک اس سلسلہ کی اولین کوشش ہے۔ زیر نظر مواد اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ مولانا مسعود عالم صاحب نے کوشش کی ہے کہ کسی روایت کو جعلی اور وضعی قرار دینے کے اصولوں کو پیش کرنے کے ساتھ ان وضعی روایات کا ایک قابل لحاظ مجموعہ بھی قارئین کے سامنے آجائے۔ آپ نے اس فن کے ائمہ کی کوششوں سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ توقع ہے کہ آپ کی اس کتاب سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ میں نے یہ کتاب بالاستیعاب پڑھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کی کتاب کی ضرورت ان لوگوں کو بہت زیادہ ہے جو براہ راست عربی زبان سے استفادہ نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے کتنی ہی جعلی اور گھڑی ہوئی روایات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ بیٹھنے کی غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کتاب سے بہت سا گرد و غبار چھٹ جانے کی توقع ہے۔ اس دوسرے ایڈیشن میں متعدد اصلاحات کی گئی ہیں اور امید ہے کہ نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہوگا۔ اگرچہ زیر نظر ایڈیشن کو بھی مزید بہتر بنانے کی گنجائش سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح وضعی اور جعلی روایات کا ایک مکمل اور مستند مجموعہ بھی اردو زبان میں وجود میں آجائے تاکہ لوگ وضعی روایات کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کرنے سے علی وجہ البصیرت پرہیز کر سکیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

پروفیسر فضل الرحمٰن
سابق ڈین فیکلٹی دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
و استاذ التفسیر والحدیث بجامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ بالریاض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذوں میں قرآن کریم کے بعد احادیث رسولؐ کا درجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کوئی بھی مسلم بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

(۱۶ : ۴۴)

"اے نبیؐ، اور ہم نے یہ ذکر (قرآن) تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس چیز کی تشریح و توضیح کرو جو ان کے لیے اتاری گئی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی دراصل قرآن کی شرح و تفسیر ہے۔ اس لیے ابتدا ہی سے علماء دین اور محدثین عظام احادیث رسولؐ کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئے جس کے نتیجے میں آج ہم احادیث کا ایک عظیم اور قابل قدر ذخیرہ موجود پاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو اس کا امکان بہت ہی کم تھا کہ کوئی جھوٹی باتیں گھڑ کر آپؐ کی طرف منسوب کرتا اس لیے کہ اس کی تردید کے لیے آپؐ بہ نفس نفیس موجود تھے لیکن پھر بھی آپؐ نے تنبیہہ فرما دی کہ "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے"۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جب فتنوں نے سر اٹھایا تو عبداللہ بن سبا جو ایک یہودی تھا اس کے پیرؤوں کے ذریعہ حضورؐ پر افترا پردازی کا آغاز ہوا۔ اور اس فتنگی

آگ کو بھڑ کنے کا اس وقت مزید موقع ملا جب حضرت علیؓ کی خلافت میں جنگِ صفین ہوئی اور لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ شیعوں کا تھا اور دوسرا خوارج کا تیسرے گروہ کا تعلق عام مسلمانوں سے تھا۔

علمائے اسلام کی واضعین کے مقابلہ میں جو مساعی ہیں وہ قابلِ قدر ہیں۔ انھوں نے ایسے اصول و قواعد مرتب کیے اور موضوع احادیث کی ایسی علامتیں بتائیں جن سے موضوع احادیث کے پہچاننے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے علمی و نظری دونوں طریقے اختیار کیے۔

اس کے علاوہ موضوع احادیث پر مشتمل کتابیں لکھی گئیں تاکہ لوگ ان احادیث سے باخبر ہو جائیں جن کی کوئی اصل نہیں اور جو دین کے مسلمہ اصولوں سے ٹکراتی ہیں۔

ان تمام قابلِ قدر مساعی کے باوجود آج مسلمانوں میں کتنی ہی ایسی چیزیں حدیث کے نام سے مشہور ہیں جو حقیقت میں موضوع ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں۔ اس طرح کی بعض موضوع حدیثیں اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کی زبانوں پر آجاتی ہیں اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ جو چیز حدیث کے نام سے بیان کر رہے ہیں وہ فی الواقع حدیثِ رسولؐ نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ضرورت تھی کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب شائع ہو جس سے لوگوں کو تنبیہ ہو اور وہ احادیثِ رسولؐ کے معاملہ میں بے احتیاطی سے بچ سکیں۔

مجھے توقع ہے کہ مولانا مسعود عالم قاسمی صاحب کی یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلہ میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بالتفصیل معلوم ہو سکے گا کہ فتنۂ وضعِ حدیث کے خارجی و داخلی اسباب کیا تھے؟ اس فتنہ کے سدِباب کے سلسلہ میں علماء و محدثینِ کرام کی مساعی کیا رہی ہیں؟ اور موضوع احادیث اپنی کن علامتوں کے ذریعہ سے بآسانی پہچانی جاسکتی ہیں۔ خدا موصوف کی اس سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور لوگوں کو اس سے وہ فائدہ پہنچ سکے جس کی ہم توقع رکھتے ہیں۔

خاکسار

محمد فاروق خاں

۲۴ر نومبر ۱۹۸۶ء

ارشادِ نبوی

كفىٰ بالمرأ كذبًا أن يحدث بكل ما سمع (مسلم)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی چیز کو بیان کرے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

موتیوں اور جواہر پاروں کے ڈھیر میں اگر کچھ خزف ریزے شامل ہو جائیں تو جواہر پاروں کی عظمت اور حفاظت کا تقاضا یہ ہے کہ خزف ریزوں کو چھانٹ کر الگ کر دیا جائے۔ اگر ان کو جواہر پاروں سے الگ کرنے کے بجائے جواہر ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو خزف ریزے اپنی حیثیت بدل کر کبھی جواہر نہ بن سکیں گے لیکن جواہر پاروں کی عظمت اور قیمت ضرور گھٹ جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخیرۂ احادیث میں آپ کے کچھ نادان دوستوں اور دانا دشمنوں نے مختلف وقتوں میں، مختلف مقاصد کے پیش نظر اپنے خزف ریزے شامل کرنے کی ناپاک کوششیں کیں، اور دینِ حنیف کے صاف وشفاف سرچشمہ کو گدلا کرنے کی جسارت کی۔ حدیثِ رسولؐ کی عظمت اور تقدس کا مطالبہ یہ تھا کہ ان خزف ریزوں کو حضورِ اکرمؐ کے جواہر پاروں سے چھانٹ کر پھینک دیا جائے، سنّتِ مطہرہ کو محفوظ کیا جائے اور دینِ اسلام کو نقصان سے بچایا جائے۔ اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اُن علماء کرام اور محدثینِ عظام کو جنہوں نے اپنی زندگیوں کا قیمتی سرمایہ حدیث کی خدمت اور اس کی ترویج واشاعت میں صرف کیا۔ اس کام کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ مشقتیں برداشت کیں اور کثیر رقم خرچ کی۔ ان حضرات نے نہ صرف صحیح حدیث کی ترویج واشاعت کی بلکہ موضوع اور جعلی روایات کو چھانٹ کر الگ کیا۔ ایسے اصول وضوابط مقرر کیے جن کی مدد سے ہم صحیح اور موضوع احادیث میں تمیز کر سکتے ہیں اور ایسے دجالوں کی نقاب کشائی کی جو بڑی چابک دستی سے صحیح احادیث میں موضوع احادیث ملا دیا کرتے تھے۔ اب یہ اُمّتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ محدثین کی گراں قدر خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ صحیح اور موضوع احادیث میں فرق وامتیاز کرے اور ان دونوں کے ساتھ قبول واجتناب کا مناسب

رویہ اختیار کرے۔

صحیح اور غلط کی پہچان سے محروم رہ کر اگر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عقیدت اور طلب ہدایت کے لیے ہی سہی جھوٹی سچی احادیث کو سننا اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا تو صراطِ مستقیم سے دور جا پڑیں گے، سنتِ رسول کا دامن ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور بدستور اس غلط فہمی میں مبتلا رہیں گے کہ ہم پیروِ رسول اور سچے مسلمان ہیں۔ جس طرح اندھیری رات میں جنگل میں لکڑیاں چننے والا لکڑی اور سانپ میں تمیز نہ کر سکنے کی بنا پر سانپ کو اٹھا لیتا ہے اور وہ اس کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح صحیح اور غلط روایات میں فرق نہ کرنے والا فتنہ اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے جہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث کیا ہے وہاں اس بات کا علم بھی ناگزیر ہے کہ حدیث کیا نہیں ہے۔

ہمارے زمانے میں جہالت اور جاہلیت کا جو دور دورہ ہے اس میں بہت سی ایسی روایات نے قبولِ عام حاصل کر لیا ہے جو قطعی بے بنیاد اور نبی کریم المعصوم صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان ہیں۔ مثلاً آپ ذرا اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جو مسجدوں میں آویزاں نظر آتی ہے، مجالس وعظ اور بعض کتابوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علیؓ! روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔ (۱) چار ہزار دینار صدقہ کر کے (۲) جنت کی قیمت ادا کر کے (۳) ایک قرآن ختم کر کے (۴) دو لڑنے والوں میں صلح کرا کے (۵) ایک حج ادا کر کے۔

اس پر علیؓ نے جواب دیا یہ تو میرے لیے محال ہے۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے چار ہزار دینار صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ تین مرتبہ درود پڑھنے سے جنت کی قیمت ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنے سے ایک قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ دس مرتبہ استغفار کرنے سے دو لڑنے والوں میں صلح کرانے کا ثواب ملتا ہے، چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ بعض اہلِ خیر نے ثواب کی نیت سے اس روایت کو چھپوا کر بڑی تعداد میں مدارس و

مساجد اور دیگر مذہبی مقامات پر آویزاں کرایا ہے۔ جب کہ یہ روایت سراسر من گھڑت ہے۔ متصوفین، میلاد خواں، واعظین، مبلغین اور دینی جذبہ رکھنے والے بعض مسلمان فضائل و رذائل کے نام سے ایسی حدیثیں خوب سناتے ہیں اور عوام کی دلچسپی بھی اس میں بہت ہوتی ہے اور اگر ان کو اس سے روکا جائے تو ان میں تسلیم و انقیاد اور اصلاح کے بجائے ردِ عمل کا جذبہ ابھرتا ہے اور بعض حالات میں خیر خواہی کرنے والا ان کے تیرِ غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ایک عزیز کسی نوجوان کو نماز کی فضیلت اور ترکِ نماز کی وعید پر فضائل کی ایک معروف کتاب پڑھ کر سنا رہے تھے، میں بھی وہاں آپہنچا۔ اس وقت وہ یہ روایت بیان کر رہے تھے۔

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، چوتھے یہ کہ پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائے گا، پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے، پانچ طرح سے دنیا میں۔ اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد......[۱]"

یہ لمبی روایت سن کر میں ضبط نہ کر سکا اور میں نے کہا یہ روایت موضوع ہے[۲] اسے حدیثِ رسول ﷺ کہہ کر بیان کرنا درست نہیں، اس پر ہمارے بزرگ سخت برہم ہوئے اور بولے

۱۔ تبلیغی نصاب، فضائل نماز، ص ۳۱، ۲۰، ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔

۲۔ تحذیر المسلمین عن الاحادیث الموضوعۃ علی سید المرسلین ص ۸۵، علامہ ذہبی، میزان الاعتدال ۲/ ۱۶۰

اگر کسی کو اس سے نماز کی توفیق مل جاتی ہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے؟ میں نے کہا فضائل نماز کے سلسلے میں دوسری صحیح احادیث موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے جعلی روایت بیان کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ جھوٹی حدیث بیان کرنا ایسا جرم ہے جس کی سزا جہنم ہے اس پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر ان کی خفگی دور نہ ہوئی۔ کسی زمانہ میں امام شعبیؒ جیسے محدث کبیر کو بھی اس قسم کے ایک عبرتناک اور افسوس ناک واقعہ سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوا، میرے پاس لمبی داڑھی والا ایک شیخ جس کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا، حدیث بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی فلاں نے فلاں سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ نے دو صور پیدا کیے ہیں اور ہر صور میں دو نفخ (پھونک) ہوں گی"۔ امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، میں نے اپنی نماز میں تخفیف کر دی، پھر اس کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا، اے شیخ اللہ سے ڈرو! اور غلط حدیث بیان نہ کرو، اللہ نے صرف ایک ہی صور پیدا کیا ہے اور اس میں دو نفخ ہوں گی۔ ایک نفخۃ الصعق اور دوسری "نفخۃ القیامۃ"۔ اس پر وہ بولا اے بددین! فلاں نے تو مجھ سے یہ روایت کی ہے اور تو اس کی تردید کرتا ہے، پھر اس نے اپنا جوتا اٹھایا اور مجھے دے مارا۔ اب کیا تھا سب لوگ اس کے ساتھ مجھے مارنے لگے اور اس وقت تک مارتے رہے جب تک میں نے ان کے سامنے قسم نہ کھائی کہ اللہ نے تین صور پیدا کیے اور ہر صور میں ایک نفخ ہو گی[1]

سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ہمارے سادہ لوح، مسکین صورت، نیک صفت، عابد و زاہد سلوک و تصوف اور ترغیب و ترہیب کے حاملین حدیث کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی غیر محتاط واقع ہوئے ہیں، اسی لیے مشہور محدث یحییٰ بن سعید قطان فرمایا کرتے تھے۔

"ما رأیت الصالحین فی شیءٍ اشد فتنۃ منھم فی الحدیث"[2]

میں نے صالحین کو حدیث کے معاملہ میں سخت فتنہ پایا۔

---

[1] ملا علی قاری، موضوعات کبیر ص۱۳ [2] خطیب بغدادی، کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۲۱۹

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ حدیث کا معاملہ بہت ہی نازک اور اہم ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان کذبا علی لیس ککذب علی احد من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" ؎۱

میرے اوپر جھوٹ بیان کرنا دوسروں پر جھوٹ بیان کرنے سے مختلف ہے جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

ایسے لوگوں کی تنبیہ نہایت ضروری ہے جو صحیح اور غلط کی تمیز کے بغیر حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ محدثین کے اصول کے مطابق ہر کس و ناکس کو یہ حق نہیں دینا چاہیے کہ وہ حدیث بیان کرے۔ حدیث کے نام پر ایسی کتابوں کے لکھنے پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جو مرفوع، ضعیف اور موضوع روایات کے فرق کا احساس مٹا دیتی ہیں۔ حدیث بیان کرنے والے بغیر حوالہ کے حدیث اپنی زبان و قلم سے نہ بیان کریں۔ یہی علم و ایمان کا تقاضا ہے اور یہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا مطلب ہے۔ انس بن سیرینؒ نے بڑی مناسب بات کہی ہے۔

"اتقوا اللہ یا معشر الشباب وانظروا عمن تاخذون ھذہ الاحادیث فانہا دینکم" ؎۲

اے نوجوانوں کی جماعت اللہ سے ڈرو، اور دیکھ لو کہ یہ حدیثیں کس سے لیتے ہو کیوں کہ یہ تمہارا دین ہیں۔

یہی قول حضرت علیؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

موضوع احادیث پر اردو زبان میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ شاید اس سلسلہ میں کوئی ایک جامع کتاب بھی نہ مل سکے۔ نہ جانے کیوں علماء کرام نے اس طرف توجہ نہیں دی، اگر وہ اس معاملہ میں اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کا احساس کرتے تو یقیناً آج کی فضا کچھ زیادہ بہتر ہوتی

؎۱ بخاری کتاب العلم ؎۲ کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۲۲

عربی میں بلاشبہ بڑا ذخیرہ ہے اس میں سے کچھ مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱)	کتاب الموضوعات	محمد بن عمرو العقیلی م ۳۲۲ھ
(۲)	تذکرۃ الموضوعات	محمد بن طاہر مقدسی م ۵۰۷ھ
(۳)	الاباطیل والمناکیر	حسین بن ابراہیم الجوزقانی م ۵۴۳ھ
(۴)	کتاب الموضوعات	عبدالرحمن بن الجوزی م ۵۹۷ھ
(۵)	المغنی عن الحفظ والکتاب	عمر بن بدر موصلی م ۶۲۳ھ
(۶)	الدر الملتقط فی تبیین الغلط	حسن بن محمد صاغانی م ۶۵۰ھ
(۷)	اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورۃ	حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ
(۸)	الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث	حافظ ابراہیم الحلبی م ۸۴۱ھ
(۹)	المقاصد الحسنۃ	عبدالرحمن سخاوی م ۹۰۲ھ
(۱۰)	اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ
(۱۱)	الذیل علی الموضوعات	" "
(۱۲)	تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص	" "
(۱۳)	الغماز علی اللماز	نور الدین ابوالحسن سمہودی م ۹۱۱ھ
(۱۴)	الدرۃ اللامعۃ فی بیان کثیر من الاحادیث الشائعۃ	شہاب الدین احمد م ۹۳۱ھ
(۱۵)	تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد عراق م ۹۶۳ھ
(۱۶)	تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر بن علی پٹنی م ۹۸۶ھ
(۱۷)	قانون الموضوعات	" "
(۱۸)	موضوعات کبیر	علی بن سلطان القاری م ۱۰۱۴ھ
(۱۹)	المصنوع فی احادیث الموضوع	" "
(۲۰)	الفوائد الموضوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	مرعی بن یوسف الکرمی م ۱۰۳۳ھ
(۲۱)	کشف الالتباس فیما خفی علی کثیر من الناس	غرس الدین خلیل م ۱۰۵۷ھ

(۲۲) الاتقان ما یحسن من الاحادیث الدائرة علی الالسن — نجم الدین محمد بن الغزی م سنہ ۱۰۶۱ھ

(۲۳) کشف الخفاء ومزیل الالباس — اسماعیل بن محمد عجلونی م سنہ ۱۱۶۲ھ

(۲۴) کشف الالٰہی من شدید الضعف والموضوع الواہی — محمد حسینی سندروسی م سنہ ۱۱۷۷ھ

(۲۵) الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة — محمد بن علی شوکانی م سنہ ۱۲۵۰ھ

(۲۶) الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة — عبدالحی لکھنوی م سنہ ۱۳۰۴ھ

(۲۷) تحذیر المسلمین من الاحادیث الموضوعة علی سید المرسلین — محمد بن بشیر ظافری الازہری م سنہ ۱۳۲۹ھ

(۲۸) المنار المنیف — محمد بن ابی بکر حنبلی معروف بہ ابن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ

(۲۹) سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة — محمد ناصر الدین البانی

کتب موضوعات میں جن روایتوں کو موضوع قرار دیا گیا ہے، اس بات کا امکان بہر حال موجود ہے کہ ان میں ہزار احتیاط کے باوجود کچھ معتبر احادیث بھی شامل ہو گئی ہوں کیوں کہ اکثر حالات میں کسی روایت کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب کی بنا پر لگایا جاتا ہے اس لیے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ موضوع قرار دی گئی روایت معتبر ثابت ہوتی ہے۔[1] چنانچہ عبدالرحمن بن جوزی کی مشہور کتاب "کتاب الموضوعات" کے بارے میں محدثین کا خیال ہے کہ اس میں بعض وہ احادیث بھی موجود ہیں جو حسن اور صحیح کے درجہ کی ہیں[2]۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ سے مروی صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے۔

ان طالت بک مدة اوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ

ویروحون فی لعنتہ فی ایدیہم مثل اذناب البقر[3]

علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں ان روایات کی نشان دہی کی ہے جن کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے سیوطی کے نزدیک وہ موضوع نہیں ہیں۔

[1] ابن حجر، نزہة النظر فی نخبة الفکر ص ۵۶ [2] تدریب الراوی ۱/۲۸۰ [3] مسلم کتاب الجنة

بایں ہمہ کسی ضعیف اور کمزور حدیث کا موضوع قرار دیا جانا جب کہ اس کے موضوع ہونے کا قوی امکان موجود ہے اتنا بڑا معاملہ نہیں جتنا کہ کسی موضوع روایت کو درست قرار دینا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے فکر و عمل کی بنیاد بنا لینا ہے۔ اور اگر معاملہ مبادیاتِ اسلام کا ہو اور نازک ہو تو بعض علما کہتے ہیں کہ

"معیارِ نبوت کو گرانے سے بہتر یہ ہے کہ راویوں کی ثقاہت مجروح قرار دی جائے خصوصاً جب اس کا امکان موجود ہے کہ کسی بددین اور جھوٹے راوی نے موضوع روایت کو ثقہ راویوں کی حدیث میں داخل کر دیا ہو۔"[1]

زیرِ نظر کتاب فتنۂ وضعِ حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان اصلاً ایک مقالہ ہے جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں M.Th. کی ڈگری لینے کے لیے راقم نے مولانا پروفیسر محمد تقی امینی صاحب کی زیرِ نگرانی لکھا تھا۔ ایک دینی طالب علم ہونے کے ناطے مجھے اس موضوع سے طبعی مناسبت تھی اور چونکہ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی معقول کتاب میری اطلاع کی حد تک نہیں لکھی گئی اس لیے اس عنوان پر کام کرنے کا شوق دامن گیر ہو گیا۔ پھر یہ احساس بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث منبع علم و عرفان ہی نہیں ہے بلکہ سرچشمۂ یقین و ایمان بھی ہے اس لیے اگر اس فیض جاری سے استفادہ کا اور کسی درجہ میں اس کی خدمت کا موقع مل جائے تو یہ سعادت دو جہان ہے۔ چنانچہ اس موضوع سے متعلق دستیاب کتابوں کا مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ قلم بند کیا، پھر یہی حاصل مطالعہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے جنوری ۱۹۸۷ء میں شائع ہو کر مقبولِ عام ہوا۔ مگر اس میں بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں جن کی وجہ سے کہیں کہیں مقصد ہی فوت ہو جاتا تھا۔ راقم کو نہ تو نظرِ ثانی کا موقع ملا اور نہ پروف دیکھے تھا، بلکہ کتاب کی اطلاع اس وقت ملی جب وہ بازار میں آ چکی تھی، لہٰذا اس کی اصلاح از حد ضروری تھی۔ دوسرے ایڈیشن کے لیے جب کتاب کی تصحیح اور تہذیب کرنے بیٹھا تو اسے از سرِ نو مرتب کرنے کا خیال کروٹیں لینے لگا۔ چنانچہ تصحیح کے ساتھ ترمیم و اضافہ بھی کرنا پڑا اور حسنِ ترتیب کا بھی لحاظ رکھا

---

[1] حدیث کا درایتی معیار ص ۲۷

اس ایڈیشن میں موضوع روایات کو مختلف عنوانات کے تحت افادہ عام کے نقطہ نظر سے جمع کیا گیا ہے، اس ضمن میں ان ساری روایات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے جو وضعی اور جعلی ہیں اور جو بالتفصیل اس فن کی امہات کتب میں جمع کی گئی ہیں۔ بلکہ ان میں سے نسبتاً معروف روایات ہی کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ روایات کسی نہ کسی درجہ میں اور کسی نہ کسی طبقہ میں آج بھی معروف ہیں۔ پھر ان روایات پر تبصرہ بھی بالعموم اسی محدث کا ہے جس کی کتاب کا حوالہ روایت کے ذیل میں دیا گیا ہے اور جہاں کوئی تبصرہ نہیں ہے وہ بھی اسی حوالہ کے تحت موضوع ہے، صرف چند مقامات پر میں نے تبصرہ کیا ہے جو واضح ہے۔ امید کی جا سکتی ہے کہ اب یہ کتاب زیادہ مفید اور بہتر شکل میں سامنے آئے گی اور اُردو خواں مسلمانوں کی ایک بڑی دینی ضرورت پوری ہو سکے گی۔ میں نہایت ممنون ہوں پروفیسر فضل الرحمٰن گنوری، سابق استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الریاض و سابق ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا کہ انھوں نے ازراہ عنایت مسودہ کو شروع سے آخر تک دیکھا، ضروری اصلاح تجویز کی، گراں قدر مشورے دیئے اور پروف بھی دیکھا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

خدا کرے یہ تحریر شرف قبولیت حاصل کرے اور مصنف و قاری ہر دو کے لئے دنیا اور آخرت میں نفع بخش ثابت ہو۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم، وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔

محمد مسعود عالم قاسمی
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ
۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

پہلا باب

حدیث۔ ایک اصولی بحث

حدیث کے معنیٰ

حدیث کے معنی جدید کے ہیں۔ حدیث کے مقابلہ میں جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ قدیم ہے۔ حدیث کو حدیث غالباً اس لیے کہا جاتا ہے کہ قرآن قدیم ہے اور حدیث قرآن کے مقابلے میں جدید ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

"المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانہ ارید بہ مقابلۃ القرآن لانہ قدیم" ؎۱

اصطلاح شریعت میں حدیث سے مراد وہ کلام ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے۔ گویا اسے قرآن کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے، کیوں کہ قرآن قدیم ہے۔

حدیث کی اصطلاح قرآنِ کریم سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

ان الطلاق الحدیث علی ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتبس من قولہ تعالیٰ "واما بنعمۃ ربک فحدث" ؎۲ (الضحیٰ ۱۱)

؎۱ تدریب الراوی ۱/۴۲ ؎۲ فتح الملہم، مقدمہ

جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر کے کہی جائے اس پر حدیث کا اطلاق کرنا اللہ کے قول وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے مستفاد ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے کلام کو حدیث سے تعبیر فرمایا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس خوش نصیب انسان کے بارے میں دریافت کیا جسے قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت نصیب ہوگی تو آپؐ نے فرمایا۔

لقد ظننت یا اباھریرۃ ان لا یسئلنی عن ھذا الحدیث احد اول منك لما رأیت من حرصك علی الحدیث " الخ [1]

اے ابوہریرہؓ جب میں نے حدیث کے معاملے میں تمھاری حرص دیکھی تو مجھے خیال ہوا کہ تم سے پہلے اس حدیث کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔

حدیث کی تعریف

محدثین کے نزدیک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر کا نام ہے چنانچہ ایوب بن موسیٰ ابوالبقا نے لکھا ہے " الحدیث اسم من التحدیث وھو الاخبار ثم سمی به قول او فعل او تقریر نسب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم " [2] حدیث تحدیث کا اسم ہے، پھر اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر کو موسوم کیا گیا۔

قول سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی [3] عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر انسان کو نیت ہی کے مطابق اجر ملے گا۔

فعل سے مراد آپؐ کی وہ عملی تعلیم ہے جو صحابہ کرامؓ کو دی۔ آپؐ کی زندگی کے معمولات

---

[1] بخاری کتاب الرقاق، کتاب العلم [2] علوم الحدیث و مصطلحہ ص۱۲

[3] بخاری، کیف کان بدء الوحی۔

عبادت کے طریقے، معاشرتی اور سماجی تعلقات، اخلاق و کردار اور زہد و تقویٰ سب فعل میں داخل ہیں۔

تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے سامنے کسی شخص نے کوئی کام کیا یا آپؐ کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ خاموش رہے، اس وقت آپؐ کی خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی کیوں کہ رسولِ خداؐ سے یہ متصور نہیں کہ آپؐ کسی منکر کو دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ کریں بلکہ خاموش رہیں، کیوں کہ نبی کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے وہ کسی بھی نامناسب امر پر ضرور تنبیہ کرتا ہے۔

بعض محدثین نے حدیث کے معنی میں وسعت پیدا کی ہے اور حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے۔

ما اثر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او صفۃ خلقیۃ او خلقیۃ او سیرۃ سواء کان قبل البعثۃ او بعدھا [۱]

جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو وہ حدیث ہے، خواہ قول یا فعل یا تقریر ہو، یا جبلی یا اخلاقی صفات ہوں، یا قبل از نبوت یا مابعد کی سیرتِ مبارکہ ہو۔

دوسرے بعض علماء نے حدیث کے مفہوم کو مزید وسیع کیا ہے اور حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ گویا وہ عہدِ نبویؐ کی ایک تاریخ ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال، تقریر و کوائف بھی شامل ہیں اور اس دور کے وہ حالات بھی جن میں آپؐ کی دینی اور دعوتی سرگرمیاں انجام پائیں [۲] امام بخاریؒ نے بھی اپنے مجموعۂ حدیث کا نام کچھ ایسا رکھا ہے جس سے اسی وسعت کا اشارہ ملتا ہے "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ [۳] مگر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حدیث رسولؐ کی حیثیت محض ایک عہدِ زریں کی معتبر تاریخ کی نہیں ہے بلکہ

---

[۱] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۵۹ [۲] تدوین حدیث ص۹

[۳] الصحیح البخاری، مقدمہ

شریعت اور قانون کی بھی ہے جو انسانی زندگی کے لیے آئین اور دستور کی حیثیت رکھتی ہے۔ غالباً اسی بنا پر علمار سیر اور مغازی کے طریقہ تحقیق سے محدثین کا اصول تحقیق منفرد اور ممتاز ہے جیساکہ آگے معلوم ہوگا۔

حدیث اور سنت

حدیث اور سنت یہ دونوں اصطلاحیں معروف ہیں۔ بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں مترادف الفاظ ہیں جن کے معنی اور مفہوم میں کوئی فرق نہیں جبکہ بعض دیگر محدثین ان کے درمیان کچھ فرق کرتے ہیں۔ سنت کا معنی راستہ اور طریقہ ہے جس پر چلا جائے یا عمل کیا جائے اور حدیث کا معنی وہ واقعہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے خواہ آپؐ نے زندگی میں ایک ہی مرتبہ کیا ہو۔[1] سنت کا اطلاق آپؐ کے صحابہ کرام رضؓ کے اقوال وافعال پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً آپؐ کا ارشاد ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ[2]

تمھارے اوپر میری سنت اور برسر ہدایت خلفار راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے اسے دانتوں سے پکڑلو۔ (مضبوطی سے تھام لو)

مگر حدیث کا اطلاق صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر اور تقریر پر ہوتا ہے اور جو کچھ صحابہ کرام رضؓ سے منقول ہے اسے اثر کہا جاتا ہے۔ پھر جب سنت کا لفظ مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو عام طور پر اس سے مراد طریقہ محمود اچھا راستہ ہوتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (الاسراء ۷۷)

اور جب بُرے معنوں میں یعنی ناپسندیدہ راستہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو قید کے ساتھ مثلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

[1] تحقیق معنی السنۃ ص۱ [2] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ابوداؤد کتاب السنۃ

من سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ" ؎۱

جس نے کوئی برا طریقہ رائج کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور قیامت تک جو بھی اس پر عمل کرے گا اس کا بھی گناہ ہوگا۔

حدیث اور سنت کے معانی سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں مترادف اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ ان کے مفاہیم میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے۔ حدیث کمزور، معلل، منقطع، منکر اور موضوع بھی ہوتی ہے مگر سنت منکر و موضوع نہیں ہوتی، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف منسوب ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس ثابت شدہ طریقہ محمود اور راہِ عمل سے عبارت ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اختیار کیا، جس کی مسلمانوں کو تعلیم دی اور جو ہم تک معتبر ذریعہ سے منتقل ہوئی۔ اس بنیاد پر یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں حدیث موضوع ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں سنت موضوع ہے۔ اگر اس فرق کو ذہن میں رکھا جائے تو محدثین کے اس طرح کے جملوں کا صحیح مفہوم سمجھا جا سکتا ہے کہ "ھذا الحدیث مخالف للقیاس والسنۃ" ؎۲ یہ حدیث سنت اور قیاس کے خلاف ہے۔

حدیثِ قدسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات کچھ چیزیں اللہ کی طرف منسوب کر کے فرمایا کرتے تھے مگر قرآن میں وہ موجود نہیں۔ ایسی احادیث کے صرف معانی اللہ کی طرف سے القا ہوئے، الفاظ اور اسلوب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے۔ اس طرح کی احادیث کو "حدیثِ قدسی" کہا جاتا ہے۔ بروایت حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے۔

" یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا، یا عبادی کلکم ضال الامن ھدیتہ فاستھدونی اھدکم یا عبادی

؎۱ مسلم، کتاب العلم ؎۲ علوم الحدیث و مصطلحہ، ص ۱۱۱

کلکم جائع الا من اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم، یا عبادی کلکم عار الا من کسوتہ فاستکسونی اکسکم یا عبادی انکم تخطئون باللیل والنہار وانا اغفر الذنوب جمیعا فاستغفرونی اغفر لکم"۔ [1]

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے تو تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں، تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمھیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمھیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں پہنا دوں، تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تمھیں لباس عطا کروں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ معاف کرتا ہوں، تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمھارے گناہ معاف کروں گا"۔

حدیث اور سیرت

سیرت حدیث کے اندر داخل ہے۔ مگر ایک فن کی حیثیت سے دونوں میں فرق بھی ہے اور ان کے جداگانہ مسائل بھی ہیں۔ ان کے مقاصد اور اسلوب میں بھی قدرے تفاوت ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام و مسائل کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ان کی بحث ضمناً یا التزاماً ہوتی ہے اور اصحاب سیرت کا مقصود بالذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے واقفیت فراہم کرنا ہوتا ہے اور احکام و مسائل سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے۔ نیز محدثین رواۃ کی ثقاہت، عدل، تقویٰ اور دیانت کی کمی و زیادتی کی بنا پر روایتوں میں اختلاف کے وقت مقبول روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اصحاب سیرت حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔ [2]

---

[1] ریاض الصالحین ص۵
[2] اصح السیر ص۸

محدثین حالات قبل از بعثت کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اہمیت بعد از بعثت کے حالات کو دیتے ہیں۔ جب کہ سیرت نگار دونوں کو یکساں اہمیت دیتے ہیں۔

قرآن اور حدیث

قرآن کریم سے حدیث رسولؐ کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا تعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی ذات سے ہے۔ یعنی جس طرح آپؐ کی ذاتِ گرامی اللہ کی پیغامبر، ترجمان اور اس کے احکام کو نافذ کرنے والی ہے۔ اسی طرح آپؐ کی حدیث قرآن کی شارح اور ترجمان، تفسیر اور تعیین ہے۔ آپؐ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

وَانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل-۴۴)

اور ہم نے تم پر ذکر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اس کی تشریح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔

حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ "کان جبریل ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآن والسنۃ تفسر القرآن"[۱] جبریل امینؑ رسولِ کریمؐ پر قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اور سنت قرآن کی تفسیر کرتی تھی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے قرآن سے حدیث کا تعلق بتاتے ہوئے کہا ہے۔

"علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لیے تازہ زندگی کا سامان بہم پہنچاتی ہے"[۲]

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی تفہیم حدیث کی تعلیم پر موقوف ہے۔ حدیث کی مدد کے بغیر قرآن کا سمجھنا اسی طرح بے نتیجہ ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نظر انداز کر کے اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ چنانچہ قرآن نے آپؐ کے بارے میں بڑی وضاحت سے

---

[۱] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۲   [۲] تدوین حدیث، تعارف از سید سلیمان ندویؒ

اعلان کیا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء - ۶۵)

تمہارے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی معاملات میں تم کو حاکم نہ مان لیں، پھر تم جو کچھ بھی فیصلہ کرو اس کے لیے اپنے دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

قرآن کریم کے مجمل احکام کی تفصیل، عموم کی تخصیص اور مدلولات کی تعیین کا واحد اور مستند ذریعہ حدیث ہے۔ پھر یہ کہ مختلف حالات میں ان کا انطباق اور امت میں ان کا نفاذ اور دیگر تشریعی امور میں رہنمائی حدیث کے سوا دوسری چیزوں سے نہیں ہو سکتی اس لیے قرآن کو حدیث سے الگ کر کے نہ تو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد کیا جا سکتا ہے۔

شریعت کی تشکیل میں حدیث کا مقام

حدیث رسولؐ کی یہی حیثیت نہیں ہے کہ وہ کلام اللہ کی شارح اور ترجمان ہے اور اس کی تفصیلات متعین کرتی ہے بلکہ اس کی ایک اہم حیثیت یہ ہے کہ وہ بھی اسلامی شریعت کی تشکیل کرتی ہے۔ اخلاقی اور قانونی احکام دیتی ہے۔ ان کی حدود مقرر کرتی ہے، حرام و حلال کا معیار بتاتی ہے۔ یعنی قرآن ہی کی طرح وہ اسلامی شریعت کا دوسرا یقینی سرچشمہ ہے۔ اسلام کے بنیادی عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام بر یا نامہ بر یا واسطہ نہیں ہیں بلکہ ہادی و رہنما بھی ہیں، معلم و مربی بھی ہیں، قائد و قانون ساز بھی ہیں۔ روحانی مرجع اور مطاع برحق بھی ہیں اور یہی معاملہ حدیث کا ہے۔ اس کو تسلیم کیے بغیر ایمان اور اسلام کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں۔ اور اس کا منکر خدائی انعام کا سزاوار نہیں۔ اور یہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود خدا کی ذات نے عطا کیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے قرآن کہتا ہے۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر۔۷)

جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے تشریعی امور، معاشرتی اور اقتصادی مسائل اور سماجی و اخلاقی معاملات میں قرآن اصول و ضوابط بیان کر دیتا ہے۔ تفصیل نہیں بیان کرتا حکم بیان کرتا ہے، قیود و شرائط نہیں بتاتا۔ روح بیان کرتا ہے، ہیئت پر روشنی نہیں ڈالتا۔ حکمت بتا دیتا ہے، جزئیات اور فروع کا احاطہ نہیں کرتا ان تمام چیزوں کو شعورِ نبوت کے حوالے کر دیتا ہے جس کی تربیت اللہ تعالیٰ اپنے فیضانِ خاص سے کرتا ہے۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن احکام کی تشریح کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے سلسلے میں طے کرتے ہیں یا ان کو مکمل کرنے والے جو دوسرے احکام جاری کرتے ہیں وہ اسی طرح واجب الاطاعت ہوتے ہیں جس طرح قرآن کے محکم قوانین ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ (محمد۔۳۳)

اے مومنو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی ذات واجب الاطاعت تھی اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی سنت واجب الاطاعت ہے، بروایت مقداد ابن معدیکرب آپ نے فرمایا۔

"الا ھل عسی رجل یبلغہ الحدیث عنی وھو متکئ علی اریکتہ فیقول بیننا وبینکم کتاب اللہ فما وجدنا فیہ حلالا استحللناہ وما وجدنا فیہ حراما حرمناہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ" [1]

خبردار! عنقریب کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوا ہوگا

[1] ترمذی، کتاب العلم۔ ابن ماجہ، مقدمہ

تو وہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے اس میں ہم جس چیز کو حلال پائیں گے اُسے حلال سمجھیں گے اور جس چیز کو حرام پائیں گے اُسے حرام سمجھیں گے۔ خبردار! رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کی حرام کردہ چیز۔

ایک دوسری روایت میں آپؐ نے قرآن کے ساتھ سنّت کو سرچشمۂ ہدایت قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ[1]"

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبیؐ کی سنّت۔

امام مالکؒ نے یہ روایت "بلغنی" کے لفظ سے بیان کی ہے اور ابن عبدالبر نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کے حوالہ سے متصلاً بیان کی ہے۔[2]

صحابہ کرامؓ کا حدیث میں انہماک

حدیثِ رسولؐ کی یہی وہ اہمیت اور عظمت تھی جس نے صحابہ کرامؓ کو اس کی تحصیل، تعلیم، تحفظ اور ترویج واشاعت میں حد درجہ انہماک پیدا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان اصحابِ رسولؐ کی ایک معتدبہ تعداد ایسی تھی جن کا وظیفۂ زندگی حدیثِ رسولؐ کو یاد کرنا اور اس کو پھیلانا تھا۔ بروایت امام زہریؒ حضرت سعید بن مسیبؒ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؒ نے کہا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے۔

"تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہؓ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں اور انصارؓ و مہاجرینؓ کو کیا ہو گیا ہے کہ ابوہریرہؓ کی طرح حدیث بیان نہیں کرتے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائی بازار کی خرید و فروخت

---

[1] الموطا مع تنویر الحوالک، باب النہی عن القول بالقدر [2] ایضاً

میں مشغول رہتے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمہ تن لگا رہتا
جب وہ لوگ غیر حاضر رہتے تو میں (صحبتِ نبوی ص) میں حاضر رہتا، جب وہ
بھول جاتے تو میں یاد رکھتا، اور انصار بھائیوں کو کھیتی باڑی مشغول رکھتی،
میں مساکین صفہ میں سے تھا، جب یہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ ؎۱

ہر صحابیؓ میں اس بات کی خواہش اور تڑپ موجود تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوتا کہ اسے زیادہ احادیث کا علم ہو۔ یہ پاک نفوس اصحاب نہ صرف اقوالِ رسول ص کو یاد رکھتے اور دوسروں تک پہنچاتے بلکہ آپ کے ہر عمل اور طرزِ زندگی کے ہر نکتہ کو پورے ایمانی شعور کے ساتھ اپنی عملی زندگی میں اختیار کرتے۔ حدیث کی یہ عملی روایت جسے تعامل صحابہؓ کہیئے دین میں بجائے خود گراں قدر اہمیت کی حامل ہے بلکہ امام مالکؒ نے اسے قولی روایت پر ترجیح دی ہے۔ پھر یہ اصحاب ایک دوسرے سے آپ کے فرمان وہدایت کے متعلق معلوم کیا کرتے، ضروریاتِ زندگی اور ناگزیر مصروفیات کے باوجود وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے استفادہ کرنے کا اور حدیث سے بہرہ ور ہونے کا اہتمام کرتے۔ اس کا اندازہ حضرت عمر فاروقؓ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

"کنت انا وجارلی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالک الیوم واذا نزل فعل مثل ذالک" ؎۲

میں اور میرا ایک پڑوسی خاندان بنی امیہ سے انصار، باری باری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، ایک دن میں آتا دوسرے دن وہ آتا جس دن میں آتا اس دن کی حدیث اسے پہنچاتا اور جس دن وہ آتا اس دن کی حدیث مجھے پہنچاتا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثِ رسول ص کو یاد کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ

؎۱ بخاری، کتاب البیوع ؎۲ بخاری، کتاب العلم

حضرت ابو سعید الخدریؓ فرماتے ہیں۔

"ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا فنحفظ فاحفظوا کما کنا نحفظ"[۱]

تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہم اسے یاد کر لیا کرتے تھے تو تم بھی یاد کر لیا کرو جس طرح ہم یاد کرتے تھے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں ہم حدیث کو یاد کرتے تھے اور رسول کریمؐ کی حدیث یاد ہی کرنے کے لئے ہے[۲]

عرب میں اس وقت لکھنے کا عام رواج نہ تھا، ابتداءِ اسلام میں بہت تھوڑے لوگ لکھنا جانتے تھے؛ سب سے زیادہ تعداد جس روایت میں آتی ہے وہ چوبیس ہے۔ بعض مورخوں نے صرف سترہ تعداد بتائی ہے[۳] لکھنے والے صحابہؓ کی عہدِ رسولؐ میں مجموعی تعداد اکتالیس تھی[۴] پھر لکھنے کے وسائل بھی میسر نہ تھے، اس صورتِ حال میں لازمی طور پر وہ اپنی قوتِ حافظہ پر اعتماد کرتے تھے اور اس سے وہی کام لیتے تھے جو ہم قرطاس وقلم سے لیتے ہیں۔ عربوں کا حافظہ بہت مضبوط ہوتا تھا وہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد رکھتے تھے، اس لیے حدیث کا یاد رکھنا ان کے لیے بہت آسان تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کی نظر میں جو مقام تھا اور جس عقیدت ومحبت اور جاں نثاری کا ان سے تعلق تھا اس کے پیشِ نظر حدیثِ رسولؐ کا یاد کرنا عین تقاضائے محبت اور مطالبہ ایمان تھا۔ چنانچہ اسی مقدس جذبہ کے تحت ان پاک نفوس اصحابؓ نے اسے یاد کرنے اور یاد رکھنے کا اہتمام بھی کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے ادوار میں حدیث یاد کرنے کا رجحان بہت زیادہ بڑھا۔ چونکہ آپؐ کی ذاتِ گرامی موجود نہ رہی اس لیے آپؐ کی سنت کی حفاظت اور اس سے استفادہ کے جذبے نے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور بعد کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ حدیث کو یاد کریں۔ چنانچہ ان حضرات نے لاکھوں کی تعداد میں حدیث کو یاد کیا اور دنیائے علم میں "حافظ" کے لقب سے یاد کئے گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے

---

[۱] جامع بیان العلم ۱/۶۴ [۲] مسلم، مقدمہ [۳] تاریخ التمدن الاسلامی ۱/۲۶ ۲۵

[۴] کتابت سے واقفیت رکھنے والے ان صحابہؓ کے ناموں سے واقفیت کے لیے ملاحظہ ہو، تاریخ القرآن ۲۱ مولفہ مولانا عبداللطیف رحمانی۔

ہیں کہ میں نے اپنی کتاب "مسند احمد" کو سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے۔[1] ابوزرعہ رازیؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ ہزار ہا ہزار حدیثیں یاد کر لیا کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں۔[2]

امام بخاریؒ کا قول ہے کہ میں ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث کا حافظ ہوں۔ امام مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحیح مسلم کو تین لاکھ سنی ہوئی احادیث سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے۔ حاکم کی روایت ہے کہ ایک ایک حافظ پانچ لاکھ حدیثیں یاد کر لیتا تھا۔ امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے جس نے بھی کوئی حدیث بیان کی یا اب تک میں نے جو کچھ لکھا سب میں نے یاد کر لیا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ مجھے پچیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔[3]

ایسے حفاظ حدیث کی فہرست بہت طویل ہے تاہم مذکورہ اقوال سے یہ اندازہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں کہ حدیث کے یاد کرنے کا جو اہتمام مسلمانوں نے کیا وہ دنیا کی کسی قوم سے اپنی مذہبی و مقدس کتاب کے سلسلے میں نہ ہو سکا کجا کہ وہ اپنے مذہبی رہنما کے اقوال و اعمال کا استناد باقی رکھتے، اور اس ریکارڈ کو زمانہ کی خرد برد سے بچاتے۔

طلب حدیث کے لیے سفر

حدیث رسول ﷺ کو حاصل کرنے کے لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ دور دراز سے آیا کرتے تھے اور آپ کی ہدایات و تعلیمات کو سینے سے لگائے اپنے علاقوں کو واپس جایا کرتے تھے، آنجنابؐ کے بعد آپؐ کی احادیث کو جاننے اور حاصل کرنے کے اشتیاق میں اسفار اور نقل و حرکت کا سلسلہ مزید بڑھا۔ صحابہ کرامؓ اور پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کو جہاں سے بھی حدیث کے ملنے کی اطلاع ملتی وہ فوراً رخت سفر باندھتے اور وہاں پہنچ کر حدیث حاصل کرتے۔ اُس زمانہ میں سفر کرنا آسان نہ تھا، راستے دشوار اور ناہموار تھے سواریاں زود رفتار نہ تھیں

---

[1] تدریب الراوی ۱/۴۹ [2] ایضاً ۵۰ [3] ایضاً ۵۱

پھر بھی طلب صادق اور شوق حدیث ان کو مقام حدیث تک پہنچا دیتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضہ فرماتے ہیں۔

کان یبلغنا الحدیث عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلو اشاء ان ارسل الیہ حتی یجیئنی فیحدثنی فعلت ولکنی کنت اذھب الیہ
فاقیل علی بابہ حتی یخرج الی فیحدثنی [1]

ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے حوالہ سے حدیث پہنچتی تو اگر میں یہ چاہتا کہ اس صحابیؓ کے پاس آدمی بھیجوں تاکہ وہ آکر حدیث بیان کریں تو ایسا میں کر سکتا، لیکن میں خود ان کے پاس جاتا اور ان کے دروازہ پر ٹھہرتا تا آنکہ وہ میرے پاس نکل کر آتے اور مجھے حدیث سناتے

حضرت جابر بن عبداللہ ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے عبداللہ بن انیس کے پاس شام گئے تھے[2] ابو العالیہ رفیع بن مہران کہتے ہیں

"کنا نسمع الروایۃ بالبصرۃ عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فلم نرض حتی رکبنا الی المدینۃ فسمعنا من افواھھم" [3]

ہم بصرہ میں کسی صحابی رسولؐ کے حوالے کوئی روایت سنتے تو ہرگز اس پر اکتفا نہ کرتے تا آنکہ مدینہ پہنچ کر خود ان کی زبانی حدیث نہ سن لیتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سننے، یاد کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی جو اہمیت بیان فرمائی تھی اور اس سلسلہ میں جو دعائیں دی تھیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ایمان اس معاملہ میں انتہائی جوش و خروش اور حرارت ایمانی کا مظاہرہ کرنے لگے اور لمبے لمبے اسفار پر کمربستہ ہوئے، آپؐ نے فرمایا۔

"نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ فرب مبلغ اوعی من سامع" [4]

اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی تو اُسے یاد کر لیا یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچا دیا اور بہت سے پہنچائے جانے والے سامع سے زیادہ باشعور ثابت ہوتے ہیں۔

---

[1] جامع بیان العلم ص۱۵۱ [2] بخاری، کتاب العلم [3] سنن الدارمی باب الرحلۃ فی طلب العلم [4] جامع بیان العلم ص۴۲

نضّر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ فرب حامل
فقہ الی من ھو افقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ" [۱]

۔ اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے، جس نے میری حدیث سنی، اسے محفوظ رکھا یہاں تک کر دوسروں تک پہنچایا، کتنے ہی حامل فقہ ایسے شخص تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں اور بہت سے حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔

اس بشارت نے سماعت وحفاظت حدیث کی تحریک میں مہمیز لگائی اور اہل علم نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیا۔ اس راہ میں ہر طرح مشقت برداشت کی اور اسلامی قلمرو کا ہر کونہ چھان ڈالا۔ مشہور مستشرق گولڈ سیہر کے بقول:

"حدیثوں کو جمع کرنے کے لیے محدثین نے اسلامی دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے، اندلس سے وسط ایشیا تک، شہر شہر اور گاؤں گاؤں کا پیدل سفر کیا تاکہ دوسروں تک حدیث منتقل کر سکیں، اس زمانہ میں حدیث جمع کرنے کی اس سے زیادہ معتبر اور قابل اعتماد صورت نہ تھی، رحال (زیادہ سفر کرنے والے) اور جوال (زیادہ سیاحت کرنے والے) کے قابل فخر القاب دراصل ان بلند پایہ لوگوں سے کبھی جدا نہیں ہوئے، راہ علم کے مسافروں کے لیے "طواف الاقالیم" ملکوں کا دورہ کرنے والے نہ کبھی استعارہ پر مبنی ہے اور نہ اس میں کسی طرح کا مبالغہ ہے، ان لوگوں نے تمام ملکوں کا سفر محض سیر و تفریح یا تجربہ حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ان کا مقصد صرف حدیث کے جاننے والوں سے ملنا اور ان سے حدیثیں حاصل کرنا تھا۔ حدیث کی طلب وجستجو میں ان کی مثال اس چڑیا کی تھی جو ہر درخت پر اس کی پتیوں سے غذا حاصل کرنے کے لیے بیٹھتی ہے" [۲]

---

[۱] ابوداؤد، کتاب العلم

[۲] Gold Zihar, Muslim Studies, Vol. II, P: 165-66

حدیث کی تدوین

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ابتدائے اسلام میں فن کتابت سے واقفیت رکھنے والوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی، لکھنے کے وسائل فراہم نہ تھے، اس لیے لکھنے کا عام رواج نہ تھا۔ دوسری طرف قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اس کی دائمی حفاظت کا مطالبہ یہ تھا کہ اسے ضبطِ تحریر میں لایا جائے اور صرف یادداشت کو کافی نہ سمجھا جائے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام صحابہ رض کو جن میں لکھنے کی صلاحیت تھی قرآن کی ترقیم و تحریر کا فریضہ سونپ دیا تھا۔ اس صورتِ حال میں ظاہر ہے کہ حدیث کے لکھنے کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا تھا، اس کے لیے حافظہ پر اعتماد کرنا کافی سمجھا گیا، پھر ابھی اسلام ابتدائی مرحلہ میں تھا اس کے احکام وہدایات اور تعلیمات کے بہت سے پہلو ابھی ظاہر بھی نہیں ہوئے تھے۔ موجودہ احکام کا لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ ہونا از حد ضروری تھا۔ لوگوں کی شعوری سطح اس معاملہ میں اتنی پختہ اور بلند نہ ہو سکی تھی کہ وہ نبی اکرمؐ کی خواہش کے مطابق قرآن و حدیث میں بتمامہ امتیاز کر لیتے اور ان کو مناسب مقام دیتے، قرآن و حدیث میں اس اختلاط کے خطرہ کے پیشِ نظر آپؐ نے قرآن کو لکھنے کی ہدایت فرمائی اور ہر ممکن اہتمام کیا جبکہ حدیث کے لکھنے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ قرآن کو آپؐ نے حافظہ کے ساتھ، چمڑے، چھال، پتی اور پتھر وغیرہ پر محفوظ کرایا اور حدیث کو صرف یاد رکھنے کی طرف توجہ دلائی، اسی حکمت اور ضرورت کا تقاضا تھا، کہ بعض حالات میں آپؐ نے حدیث کے لکھنے سے منع فرمایا چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لا تكتبوا عني شيئا الا القرآن ومن كتب عني فليمحه وحدثوا عني فلا حرج"۔[1]

مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو۔ جس نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا وہ اسے مٹا دے اور میری حدیث بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] مسلم، کتاب العلم

بعض اہلِ علم کا خیال یہ ہے کہ حدیث میں ایک ہی جگہ قرآن کے ساتھ دوسری چیز لکھنے سے منع فرمایا تاکہ کوئی قرآن کے ساتھ اور کچھ بھی شامل نہ کرلے۔[1]

جب لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، لوگوں کی شعوری سطح بلند ہونے لگی اور قرآن و حدیث میں اختلاط کا خطرہ کم ہوا تو آپؐ نے لکھنے کی ممانعت ختم کردی اور حدیث کی ترقیم کی عام اجازت دے دی۔ آپؐ نے فرمایا "قیدوا العلم بالکتاب[2]"، علم کو ضبطِ تحریر میں لے آؤ۔ یہاں علم سے مراد حدیث ہے۔ نتیجہ میں اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کی احادیث قلم بند کیں اور حسبِ ضرورت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی احادیث لکھوائی۔ ایک مرتبہ بنی خزاعہ نے فتح مکہ کے سال بنی لیث کے ایک آدمی کو پرانے قتل کے بدلہ میں قتل کردیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ سواری پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا:

"اللہ نے مکہ میں قتال کو حرام کردیا ہے اور مکہ کا اپنے رسولؐ اور مومنین کو مختار بنایا ہے، مجھ سے پہلے اور میرے بعد، اس میں خوں ریزی کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔ مگر دن کے ایک حصہ میں میرے لئے حلال کیا گیا تھا اور اس وقت یہ حرام ہے، نہ اس کا کانٹا اکھاڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ گم شدہ چیز (کسی اور کی) کو اٹھایا جائے، جو قتل کیا گیا ہے اس کے وارث کو اختیار ہے یا دیت وصول کرے یا بدلہ لے لے"

ایک شخص یمن سے حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسولؐ اللہ! آپؐ میرے لیے لکھوادیں، تو آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اکتبوا لابی شاہ۔ ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔[3]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

یارسول اللہ انا نسمع منک احادیث لانحفظها افلا نکتبها قال

---

[1] M. M. Azmi, Studies in early Hadith Literature, P. 23.

[2] جامع بیان العلم ۱/۷۲ — [3] بخاری، کتاب العلم

بلی فاکتبوھا، وفی روایۃ قلت یارسول اللہ انی اسمع منک اشیاء افاکتبھا قال نعم قلت فی الغضب والرضا قال نعم فانی لا اقول فیھما الا حقا" [۱]

اے اللہ کے رسول ہم آپ سے بہت سی احادیث سنتے ہیں جن کو ہم یاد نہیں رکھ پاتے تو کیا ہم ان کو لکھ لیا کریں، آپ نے فرمایا ہاں۔ اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم آپ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں کیا ہم ان کو لکھ لیں، آپ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کیا خوشی اور ناراضگی ہر حالت میں؟ آپ نے فرمایا ہاں، کیوں کہ میں ان دونوں حالتوں میں حق کے علاوہ کچھ اور نہیں کہتا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ احادیث کو لکھنے کا اہتمام کرتے، اپنی احادیث کے مجموعہ کا نام انھوں نے "صادقہ" رکھا تھا۔ ان کے علاوہ بھی مختلف اصحاب نے اپنی یادداشت کے لیے بہت سی احادیث لکھ رکھی تھیں۔ مثلاً حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ وغیرہ حضرت سمرہؓ کے انتقال کے بعد ان کے مجموعۂ حدیث کے وارث ان کے صاحبزادہ سلیمان ہوئے۔ [۲] عمرو بن امیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک حدیث بیان کی گئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور مجھے ایک کتاب احادیثِ رسولؐ پر مشتمل دکھائی اور یہ کہا کہ یہ حدیث اس میں لکھی ہوئی ہے۔ [۳]

ان کے علاوہ احادیثِ رسولؐ کے تحریری سرمایہ کا ایک بڑا حصہ مختلف حکمرانوں کے نام دعوتی خطوط، مختلف صوبوں کے گورنروں کے نام ہدایات و فرامین اور مختلف جنگوں کے صلح نامے اور متعدد قبائل سے معاہدے کی شکل میں موجود تھا۔ [۴] ایسی بہت سی روایات ہیں جن سے عہدِ رسالتؐ میں حدیث کی کتابت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ واقعات عمومی نوعیت کے نہیں بلکہ جزوی اور خصوصی نوعیت کے ہیں۔ عہدِ صحابہؓ میں حدیث کی

---

[۱] مسند احمد ۲/۲۱۵ [۲] تہذیب التہذیب ۴/۱۹۸ [۳] فتح الباری ۱/۱۴۸

[۴] ملاحظہ ہو مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، مولف ڈاکٹر حمید اللہ

جمع وترتیب یا اس حد تک تھی جس حد تک لوگوں کو مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور وہ ان کے حل کے لیے قرآن کے بعد حدیث سے رجوع کرنا چاہتے تھے یا پھر نبی اکرمؐ سے محبت اور ان کی حدیث سے واقفیت حاصل کرنے کے شوق میں انفرادی کوششیں کرتے تھے۔ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھا اور صحابہؓ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے اور کسی ایک جگہ ان اصحاب کا ملنا مشکل ہو گیا جو صاحب حدیث تھے اس لیے نئی نسل کو طبعی طور پر حدیث کے جمع کرنے اور اس کی ترتیب وتدوین کا خیال دامن گیر ہوا تا کہ امت سرمایہ حدیث سے بغیر کسی انقطاع اور دشواری کے استفادہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے حاکم ابوبکر بن حزم کو حدیث جمع کرنے کا حکم دیا[1] اور پھر تدوین حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

طبقات کتب حدیث

استفادہ عام اور علمی سہولتوں کے پیش نظر حدیث کے بے شمار مجموعے تیار ہوئے ان مجموعہائے حدیث کو صحت وشہرت کے لحاظ سے مختلف مراتب ومعیار پر رکھا گیا ہے اور کئی طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) پہلے طبقہ میں موطا امام مالک، بخاری اور مسلم شامل ہیں۔ ان کا درجۂ صحت دوسری کتب حدیث کے مقابلے میں زیادہ بلند ہے۔

(۲) دوسرے طبقہ میں ابوداؤد، ترمذی اور نسائی شامل ہیں۔

(۳) تیسرے طبقہ میں وہ کتب احادیث ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت، مقلوب ہر قسم کی احادیث شامل ہیں۔ مثلاً مسند ابی یعلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ، مسند ابوداؤد الطیالسی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی وغیرہ۔

(۴) چوتھے طبقے میں وہ احادیث ہیں جو پہلے تین طبقات میں نہیں ہیں اور ان کو

---

[1] بخاری کتاب العلم

بعد میں مرتب کیا گیا ہے۔ مثلاً ابن حبان کی کتاب الضعفا، کامل ابن عدی، خطیب بغدادی، ابونعیم، جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار، اور دیلمی وغیرہ کا مجموعۂ احادیث۔

(۵) پانچویں طبقہ میں وہ کتب احادیث شامل ہیں جن میں ان روایات کو جمع کیا گیا ہے، جو فقہار، صوفیا اور مورخین کے یہاں معروف ہیں [۱]

ابن جوزی نے حدیث کے چھ طبقات بیان کیے ہیں۔

پہلے طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کی صحت پر امام بخاری رہ اور امام مسلم متفق ہیں۔ ایسی احادیث متفق علیہ کہلاتی ہیں۔

دوسرے طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کو صرف امام بخاری یا امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

تیسرے طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے مگر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔

چوتھے طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن میں قدرے ضعف محتمل پایا جاتا ہے اور یہ احادیث حسن ہیں۔

پانچویں طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن میں شدید ضعف پایا جاتا ہے، علمار کے نزدیک ان احادیث کے مراتب مختلف ہیں، بعض نے ان کو حسن میں شمار کیا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ ان میں قوی تزلزل نہیں پایا جاتا، اور بعض نے ان کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک ان روایات میں شدید تزلزل پایا جاتا ہے۔ ان احادیث کو "العلل المتناهية فی الاحادیث الواهية" میں جمع کیا گیا ہے۔

چھٹے طبقہ میں موضوع روایات ہیں۔ موضوعات میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ روایت فی نفسہ موضوع اور من گھڑت ہوتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کا قول ہوتا ہے مگر اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغۃ، جلد اول، طبقہ کتب الحدیث

[۲] اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۵۱

اصطلاحاتِ حدیث

(۱) صحیح ۔ جس کی سند متصل ہو، راوی عادل اور قوی الحافظہ ہو، روایت شاذ اور معلل نہ ہو۔

(۲) حسن ۔ جس کی سند میں کوئی راوی متہم نہ ہو، روایت شاذ نہ ہو اگرچہ راوی قوی الحافظہ نہ ہو۔

(۳) ضعیف ۔ جس میں حسن اور صحیح کے شرائط پورے نہ پائے جاتے ہوں۔

(۴) مسند ۔ جس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہو، مرفوعاً یا موقوفاً۔

(۵) مرفوع ۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو۔ اکثر اہل علم کے نزدیک صحابی رضی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے کوئی بات منسوب کریں تو وہ بھی مرفوع ہے[۱]۔

(۶) معلق ۔ جس کی سند کی ابتداء سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی حذف کر دیا گیا ہو۔

(۷) غریب ۔ جس کا راوی صرف ایک ہو۔

(۸) موقوف ۔ جس کی سند صحابی پر ختم ہوتی ہو۔

(۹) مقطوع ۔ جس کی سند تابعی پر ختم ہوتی ہو۔

(۱۰) مرسل ۔ جس کے سلسلہ سند میں تابعی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی صحابی کا ذکر نہ ہو۔

(۱۱) منقطع ۔ جس کی سند از اوّل تا آخر متصل نہ ہو بلکہ کوئی راوی ساقط ہو گیا ہو۔

(۱۲) معضل ۔ جس کی سند سے دو راوی ساقط کر دیئے گئے ہوں۔

(۱۳) منکر ۔ جس کا راوی ضعیف ہو اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو۔

(۱۴) مدلس ۔ جس کا راوی اپنے شیخ کو درمیان سے غائب کر کے براہِ راست اوپر کے راوی سے حدیث بیان کرتا ہو۔

(۱۵) موضوع ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات نہیں فرمائی وہ آپ کی طرف منسوب کر دی جائے

---

[۱] فتح الباری ۹/۲۴۵

حدیث کے معاملہ میں صحابہ کرام رضؓ کی احتیاط

انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کا بہترین طبقہ وہ ہے جسے ہم صحابہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ صحابہ نہ صرف امتِ محمدی میں بلکہ عام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل سیرت و کردار کے حامل اور بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ صحابہ کی تعریف محمد بن اسماعیل بخاری نے اس طرح کی ہے۔

"من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراٰہ من المسلمین فھو من اصحابہٖ"

مسلمانوں میں سے جس کو نبی کریم ﷺ کی صحبت ملی ہو یا جس نے آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے

ابن حجرؒ کہتے ہیں "من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الاسلام"[۲]

علامہ مازری صحابہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"لسنا نعنی بقولنا "الصحابۃ عدول" کل من رآہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماما اوزارہ لماما اواجتمع بہ لغرض وانصرف عن کثب وانما نعنی بہ الذین لازموہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون"[۳]

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ صحابہ عادل ہیں تو اس سے مراد ہر وہ شخص نہیں ہوتا جس نے آنحضورﷺ کو کسی دن دیکھا ہو، یا آپ کی کبھی زیارت کی ہو، یا کسی مقصد کے تحت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور فوراً واپس چلا گیا ہو، بلکہ اس سے ہماری مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو آں جنابﷺ کے ساتھ رہے، آپ کو تقویت پہنچائی، آپ کی مدد کی، اور اس نور کی پیروی کی جو آپﷺ کے ساتھ نازل ہوا اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

۱۔ کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۵۱ ۲۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ص۸ ۳۔ ایضاً، تدریب الراوی ۲/۲۱۵

یہ تعریف اگرچہ شرفِ صحابیت کی عظمت کی حفاظت کے پیشِ نظر کی گئی ہے۔ مگر اس سے وائل بن حجر، مالک بن حویرث اور عثمان بن ابی العاص جیسے صحابہ نکل جاتے ہیں کیوں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد کے ساتھ آئے اور پھر چلے گئے۔ چنانچہ مازری کی یہ تعریف مکمل نہیں۔

مذکورہ صفات کے حامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجودیکہ حدیث کی تعلیم واشاعت میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے اور اس کو حاصل کر نے اور حرزِ جاں بنانے میں بڑی محنت اور جاں فشانی سے کام لیتے تھے، مگر بالعموم وہ اسے بیان کرنے اور قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے مبادا کوئی ایسی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو جائے جو فی الواقع آپ نے بیان نہ فرمائی ہو، چنانچہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"انہ لیمنعنی ان احدثکم حدیثا کثیرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار"[1]

مجھے بکثرت حدیث بیان کرنے سے جو چیز روکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری طرف منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

حضرت ابو الزبیر سے جب یہ پوچھا گیا کہ دوسرے لوگ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے ہیں اور آپ نہیں کرتے، تو انھوں نے جواب دیا بخدا میرے بیٹے جب سے میں اسلام لایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، مگر میں نے آپ کو یہ کہتے سنا "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار"[2] جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری طرف منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ:

"ادرکت فی ھذا المسجد عشرین ومائۃ من الانصار وما منھم من یحدث بحدیث الاود ان اخاہ کفاہ"[3]

میں نے اس مسجد (کوفہ) میں ایک سو بیس صحابی انصار ایسے دیکھے جو حدیث بیان نہیں

---

[1] مسلم، ترمذی، نسائی وابنِ ماجہ

[2] کتاب الکفایہ ص ۱۳۵ [3] سنن دارمی

کرتے اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ دوسرا بیان کرے۔

ان اصحاب نے براہِ راست درس گاہِ نبوت کی تربیت پائی تھی اور وہ بلاواسطہ فیضانِ محمدیؐ سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ ان سے کسی بھی حال میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات بیان کریں اور اسے نبی معصومؐ کی طرف منسوب کر دیں۔ جب یہ حضرات عام انسانوں کے معاملہ میں اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں کر سکتے تھے تو بھلا اپنے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کس طرح خیانت کر سکتے تھے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک حدیث بیان کی تو کسی نے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث نبی کریمؐ سے سنی ہے؟ کہا ہاں، یا کہا کہ مجھ سے ایسے شخص نے بیان کی جو جھوٹ نہیں بولتا، نہ تو ہم جھوٹ بولتے تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔[1]

صحابہ کرامؓ کا یہ کمال احتیاط حدیث کی روایت ہی سے متعلق نہ تھا بلکہ حدیث قبول کرنے کے سلسلے میں بھی اسی طرح محتاط تھے۔ حضرت عمرؓ حدیث بیان کرنے والے سے گواہی طلب کر لیتے تھے، اور حضرت علیؓ قسم کے ذریعے موکد کراتے تھے، دیگر اصحاب کا بھی یہی طرزِ عمل تھا اور ایسا اس بنا پر نہیں کیا جاتا تھا کہ خدانخواستہ ان کو راوی (صحابیؓ) پر اعتماد نہ تھا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حدیثِ رسولؐ کے سلسلے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی احساسِ ذمہ داری کا نتیجہ تھا کہ بہت سے اصحاب نے حدیث کی روایت چھوڑ دی۔ اسی بنا پر ابوزرعہ کہتے ہیں کہ "جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی صحابیؓ کی اہانت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے کیوں کہ ہمارے نزدیک قرآن اور نبیؐ برحق ہیں اور قرآن و سنت ہم تک صحابہؓ ہی کے ذریعے پہنچے ہیں۔ یہ زندیق چاہتے ہیں کہ ہمارے شاہدوں کو مجروح کر دیں تاکہ قرآن و سنت کو باطل ٹھہرائیں۔ ممتاز عالم دین مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم نے عہدِ صحابہؓ کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

"عہدِ صحابہؓ میں ایمان و عمل کے لحاظ سے سب لوگ یکساں نہیں تھے بلکہ اس عہد میں وہ لوگ بھی تھے جن کی نسبت قرآن میں فرمایا گیا" قالت

---

[1] مفتاح السنۃ ص۲۲

الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان في قلوبكم۔ (الحجرات، ۱۴)

پس جو لوگ اس آیت کا مصداق تھے وہ مسلمان ضرور تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات ہونے کے باعث صحابہ میں شمار بھی ہوتے تھے لیکن طویل صحبت و تربیت یافتہ نبوی صحابہ جیسا ان میں نہ ورع و تقویٰ تھا اور نہ اپنے قول و عمل میں ان کی طرح محتاط تھے۔ اسی بنا پر (نیک نیتی سے سہی) جب کبھی ان کو اپنی رائے یا خیال کو مؤکد کرنا ہوا انھوں نے بے تکلف ایک قول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، خواہ انھوں نے یہ قول اپنے جی سے گھڑا ہو یا ان ہی کے متعلق کسی غیر ذمہ دار شخص سے سنا ہو[۱]۔

صغار صحابہ رضؓ کے متعلق مولانا کی رائے ہمارے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے ان کی صحابیت کی نفی خود "لما یدخل الایمان فی قلوبکم" سے ہو جاتی ہے۔ ہم کسی صحابی پر وضع حدیث کا الزام بغیر مستند تاریخی حوالہ کے نہیں لگا سکتے، پھر جس کے متعلق یہ ثابت ہو جائے ہم اسے صحابی نہیں قرار دے سکتے۔

بایں ہمہ اس امکان سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ کسی صحابی کو حدیثِ رسولؐ کا پورا پس منظر سمجھنے میں ناکامی ہوئی ہو یا مدعائے کلام ان سے کسی وجہ سے اوجھل رہ گیا ہو اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انھوں نے جو بات منسوب کی ہو فی الواقع آنجنابؐ کا مدعا نہ رہا ہو۔ مثلاً حضرت مسروق رحؒ روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے آکر حضرت عائشہ رضؓ سے بیان کیا کہ نمازی کے آگے سے اگر کتا، گدھا اور عورت گذر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔

شبہتمونا بالحمر والکلاب واللہ لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وانا علی السریر بینہ وبین القبلۃ مضطجعۃ فتبدو لی الحاجۃ فاکرہ ان اجلس واوذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانسل من عند رجلیہ[۲]

۱؎ عثمان ذی النورین ص ۲۶   ۲؎ بخاری، کتاب الصلوٰۃ

تم لوگوں نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا۔ بخدا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ میں تخت پر لیٹی ہوتی اور نبی ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان حائل رہتی۔ جب ضرورت اٹھنے کی ہوتی تو میں اٹھنا پسند نہ کرتی مبادا حالت نماز میں نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے تو میں آپ کے پاؤں کے پاس سے کھسک جاتی۔

ان حضرات صحابہ رضہ نے جس چیز کو حدیث سمجھ کر بیان کیا تھا، بہت ممکن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا تذکرہ آیا ہو اور راوی نے پس منظر سمجھے بغیر اسے نبی کریم ﷺ کی اپنی حدیث سمجھ کر بیان کر دیا ہو، جس پر حضرت عائشہ رضہ نے تنقید کی۔ چنانچہ بخاری شریف کی دوسری ان روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جو متعدد طرق سے اس مضمون کو شامل ہیں۔

ربیعہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں امام شعبی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔

"فاعبدوا ربکم ولا تشرکوا بہ شیئا واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الامراء فان کان خیرا فلکم وان کان شرا فعلیہم وانتم منہ براءۃ"

اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور حکمرانوں کی اطاعت کرو اگر وہ اچھے ہیں تو تمہارے حق میں ہیں اور اگر برے ہیں تو اس کا وبال ان پر ہی ہوگا اور تم اس سے بری ہوگے۔

اس پر شعبی نے کہا "کذبت" تم نے غلط کہا[1]

امام شعبی ممتاز محدث، فقیہ اور تابعی ہیں ان کا کسی صحابی سے یہ کہنا کہ "کذبت" کذب عمد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ ہے کہ اس حدیث کو سمجھنے میں تم سے غلطی ہوئی۔ چنانچہ بعض مرتبہ ایک صحابی رضہ نے دوسرے صحابی سے ایسا ہی کہا اور اس کا مطلب محدثین کے نزدیک یہی ہے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۳

وضع حدیث پر وعید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حدیث کو حاصل کرنے کی ترغیب دی اور اس کے حاملین کے لیے دعا فرمائی، اسی طرح حدیث وضع کرنے یا حدیث کے نام پر کوئی غلط بات آں جنابؐ کی طرف منسوب کرنے سے سختی سے منع فرمایا اور ایسے لوگوں کو نارِ جہنم کی وعید سنائی جو آپؐ کے حوالہ سے کوئی غلط بات کہیں چونکہ وضع حدیث کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ایک بات نبی کریمؐ کی طرف منسوب کردی گئی جس طرح دوسرے انسانوں کی طرف منسوب کردی جاتی ہے بلکہ نبی کریمؐ شارع اور معمارِ دین ہیں اس لیے ان کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت میں فساد پیدا کیا جائے، مزاجِ دین کو بگاڑا جائے، انسانوں کو گمراہ کیا جائے اور امتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم سے برگشتہ کردیا جائے اس لیے جناب نبی کریمؐ نے ایسی حرکت پر کلی پابندی عائد فرمائی اور اس کی سزا جہنم قرار دی۔ چنانچہ معتبر کتب احادیث میں اس سلسلہ کی بہت سی احادیث وضع حدیث کی شناعت کو بیان کرتی ہیں۔

یحییٰ بن میمون مصری کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ غافقی نے عقبہ بن عامر الجہنی کو منبر پر حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے دیکھا تو کہا کہ یہ صاحب یا تو حافظِ حدیث ہیں یا ہلاکت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہم سے آخری عہد لیا تھا وہ یہ تھا

"علیکم بکتاب اللّٰہ وسترجعون الی قوم یحبون الحدیث عنی فمن قال علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار ومن حفظ شیئاً فلیحدثہ"[1]

تمہارے اوپر اللہ کی کتاب کی پیروی لازم ہے اور جلد ہی ایسے لوگوں سے تم کو سابقہ پیش آئے گا جو میرے حوالہ سے حدیث بیان کرنا پسند کریں گے، تو جس نے بھی وہ بات میری طرف منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اور جس نے کوئی حدیث یاد کر رکھی ہے تو وہ بیان کرے۔

۱۔ مسند احمد ۴/۳۳۴

عن مغیرۃ بن شعبۃ رضؓ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الکذب علی لیس ککذب علی احد من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]

مغیرہ بن شعبہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میری طرف جھوٹی بات منسوب کرنا عام انسانوں کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے مختلف ہے، جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

عن علی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار[2]

حضرت علی رضؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو، جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

عن عبد اللہ بن زبیر قال قلت لزبیر انی لا اسمعک تحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما یحدث فلان وفلان قال اما انی لم افارقہ منذ اسلمت ولکن سمعتہ یقول من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار[3]

عبداللہ بن زبیر رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں روایت نہیں کرتے جس طرح فلاں فلاں حضرات روایت کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا، جب سے میں مسلمان ہوا، نبی کریم سے جدا نہیں ہوا، لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

عن سلمۃ بن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار[4]

---

[1] بخاری کتاب العلم، مسلم باب تغلیظ الکذب   [2] متفق علیہ

[3] بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ   [4] بخاری، دارقطنی۔

بروایت سلمہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

"عن ابی قتادۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی ھذا المنبر ایاکم وکثرۃ الحدیث عنی فمن قال علی فلیقل حقا او صدقا ومن تقول علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار"[1]

حضرت ابو قتادہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس منبر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ تم لوگ بہت زیادہ حدیث بیان کرنے سے بچو جس نے میری نسبت سے کوئی بات کہی وہ صرف حق کہے یا سچ کہے اور جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

عن جابر قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[2]

بروایت حضرت جابر رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اتنا اہم اور نازک ہے کہ صرف جھوٹی بات منسوب کرنا ہی موجب جہنم نہیں ہے بلکہ ایسی روایت کا بیان کرنا بھی باعث عذاب ہے، کیوں کہ جھوٹی بات بیان کرنے والا گھڑنے والے کے عمل میں شامل ہے۔ چنانچہ آپؐ نے صراحت فرمائی۔

من حدث علی حدیثا وھو یری انہ کذب فھو احد الکاذبین[3]

جس نے کوئی حدیث بیان کی حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹ گھڑنے والوں میں سے ایک ہے۔

وضع حدیث کی جسارت

ان وعیدوں اور تنبیہوں کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضؓ حدیث کے سلسلہ میں انتہائی حساس

---

[1] ابن ماجہ، مقدمہ   [2] ایضاً   [3] مسلم باب تغلیظ الکذب

اور محتاط ہو گئے۔ پورے دورِ صحابہ رضؓ میں وضعِ حدیث کی جرأت و جسارت کسی نے نہ کی یہاں تک کہ باہمی اختلاف اور جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی کسی صحابیؓ نے ایسی کوئی بات آنحضورؐ کی طرف منسوب نہ کی جس سے فریقِ مخالف کے مقابلے میں ان کے موقف کی تائید ہوتی ہو اور وہ قولِ رسول نہ ہو۔ مگر یہ صورتِ حال کچھ زیادہ عرصہ تک برقرار نہ رہ سکی۔ اسلام سے تعلق جس قدر کمزور ہوتا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے جس قدر دوری ہوتی گئی، ہوا و ہوس فتنہ و فساد زور پکڑتے گئے۔ یہاں تک کہ ابھی ایک صدی بھی نہ گزری تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کی جانے لگیں۔ اس وقت اسلام ایک ایسے مرحلہ سے گذر رہا تھا جہاں اسے نئے حالات، نئے مسائل اور نئے ماحول کا سامنا تھا، اسلام قبول کرنے والوں اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والوں کی تعلیم و تربیت کا وہ معیار نہ تھا جو عہدِ نبویؐ میں یا عہدِ صحابہؓ کے اول میں تھا۔ ان میں بہت سے وہ منافقین بھی تھے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر یا کسی اور مادی فائدہ کے پیشِ نظر مسلمان ہو گئے تھے مگر ان کے دل جاہلیت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے اور بعض وہ لوگ تھے جو اسلامی معاشرہ کو سبوتاژ کرنے کیلئے دانستہ اسلامی معاشرہ میں داخل ہوئے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جو وضعِ حدیث کا ارتکاب کرتے تھے۔ ان واضعین نے اپنے گھٹیا مفادات پر شانِ نبوت کو قربان کیا، عظمتِ دین اور تقدسِ اسلام کو متاثر کرنا چاہا اور امتِ مسلمہ کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیا۔ پھر ایک دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں حدیثیں گھڑیں جن کو بالآخر محدثین اور مزاج شناسانِ رسالتؐ نے روایت و درایت کی چھلنی میں چھان کر الگ کیا۔ پیش آنے والی اس نئی صورتِ حال کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی ہو چکا تھا اور بصیرتِ نبویؐ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب کہ حدیث کے پاک و صاف سرچشمہ کو آلودہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور موتیوں کے اس مقدس ڈھیر میں خزف ریزے ملائے جائیں گے، چنانچہ بروایت حضرت ابوہریرہؓ نبی کریمؐ نے فرمایا۔

سیکون فی آخر الزمان اناس من امتی یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم [1]

---

[1] مسلم، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ تم سے ایسی حدیث بیان کریں گے جن کو نہ تم نے اور نہ تمھارے آبائ نے سنا ہوگا تو تم ان سے بچ کے رہنا۔

ایسے واضعین کی تعداد بہت ہے جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا اور جنت کے بدلے جہنم کا سودا کیا۔ مگر چند مشہور واضعین کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) وہب بن وہب القاضی (۲) محمد بن السائب الکلبی (۳) محمد بن سعید الشامی مصلوب
(۴) ابوداؤد سلیمان بن عمر النخعی (۵) اسحاق بن نجیح الملطی (۶) غیاث بن ابراہیم النخعی
(۷) مغیرہ بن سعید الکوفی (۸) احمد بن عبداللہ الجویباری (۹) مامون بن احمد الھروی
(۱۰) محمد بن عکاشہ الکرمانی (۱۱) محمد بن قاسم الطالکانی (۱۲) محمد بن زیاد الیشکری
(۱۳) احمد بن الحسن بن ابان المصری (۱۴) عمرو بن عبید المعتزلی [1]

امام نسائی رح کا قول ہے کہ وضع حدیث کے مرتکب معروف کذاب چار ہیں۔

- (۱) مدینہ میں ابن ابی یحییٰ (۲) بغداد میں واقدی (۳) خراسان میں مقاتل بن سلیمان (۴) شام میں محمد بن سعید المصلوب [2]۔

ان چھوٹے ناعاقبت اندیش لوگوں نے موضوع احادیث کو رواج دے کر اسلامی معاشرہ کو جس اضطراب و انتشار میں مبتلا کر دیا اس کا اندازہ ابنِ جوزی کے اس اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"واعظوں نے موضوع حدیثوں کے ذریعے مخلوق کو اس قدر خراب کیا ہے کہ کتنے چہرے بھوک کی وجہ سے زرد ہو گئے، کتنے لوگ سفر میں بھٹکتے پھرے، کتنوں نے ان وجوہ سے اپنے نفس کو محروم کر لیا جو ان کے لیے مباح تھیں کتنوں نے علم کی روایت محض اس لیے چھوڑ دی کہ اس میں خواہشاتِ نفس کی مخالفت نظر آئی، کتنوں نے مصنوعی زہد اختیار کر کے زندگی ہی میں اپنی اولاد کو یتیم بنا دیا اور اپنی بیویوں کے حقوق نظر انداز کر کے ان کو ایسی حالت میں

---

[1] الاباطیل والمناکیر ۱/۶-۵
[2] تدریب الراوی ۱/۲۸۷ ۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی صنا

چھوڑ دیا کہ نہ ان کا کوئی شوہر ہے اور نہ وہ بے شوہر کی ہیں۔"[1]

موضوع روایت کا حکم

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ حدیث بیان کرنے میں احساس ذمہ داری اور کمال احتیاط کی ضرورت ہے۔ جب تک یقین کے ساتھ کسی روایت کا صحیح ہونا نہ معلوم ہو جائے اور روایت حدیث کے کسی معتبر مجموعہ میں نہ دیکھ لی جائے اس وقت تک اسے بیان نہیں کرنا چاہیے۔ بعض علماء نے تو یہاں تک پابندی لگائی ہے کہ جو شخص صحیح اور ضعیف روایات کی تمیز سے ناواقف ہے اس کے لیے کسی مجموعہ حدیث سے بھی روایت نقل کرنا درست نہیں جب تک کہ وہ اہل علم سے نہ پڑھ لے[2] نیز بغیر حوالے کے حدیث بیان کرنے اور لکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، صرف سنی سنائی یا ظن و تخمین کی بنا پر حدیث بیان کرنا کسی صورت میں جائز نہیں، بلکہ اگر صحیح حدیث بھی ظن و تخمین کی بنا پر بیان کی جائے گی تو بیان کرنے والا گنہ گار ہوگا۔ حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں۔

وان اتفق انہ نقل حدیثا صحیحا کان اثما فی ذالک لانہ ینقل مالا علم بہ وان صادف الواقع کان اثما باقدامہ علی مالم یعلم[3]

اگر حدیث بیان کرنے والے نے اتفاقاً صحیح حدیث روایت کی تو اس میں بھی گنہ گار ہوگا کیوں کہ اس نے ایسی روایت نقل کی جس کا اسے علم نہ تھا اگرچہ وہ روایت واقعہ کے مطابق ہی ہو اس لیے کہ اس نے ایسی حدیث بیان کرنے کا اقدام کیا جس کا اسے علم نہ تھا۔

اور جس روایت کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ یہ موضوع ہے تو اس کا بیان کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور بیان کرنے والا گنہ گار ہوگا۔ امام نووی نے موضوع روایت کی تعریف کی ہے۔

---

[1] کتاب الموضوعات۔ فصل وقد کان قدماء العلماء

[2] موضوعات کبیر ص۱۱ [3] ایضاً ص۱۱

الموضوع هو المختلق المصنوع وشر الضعیف"[1]

موضوع من گھڑت بناوٹی روایت کا نام ہے اور یہ ضعیف کی بدترین شکل ہے۔

سپر اس روایت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"تحرم روایتہ مع العلم بہ فی ای معنی کان الا مبینا"[2]

اس کا بیان کرنا دانستہ حرام ہے خواہ کسی بھی معنی میں مگر یہ کہ اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا جائے۔

ابنِ صلاح لکھتے ہیں:

"ولا تحل روایتہ لاحد علم حالہ فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان وضعہ"[3]

جو کوئی موضوع روایت کو جانتا ہے اس کے لیے اس کا بیان کرنا جائز نہیں الایہ کہ وہ اس کا موضوع ہونا واضح کر دے۔

علامہ شریف جرجانی کہتے ہیں۔

"لایحل روایۃ الموضوع للعالم بحالہ فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان الوضع"[4]

موضوع روایت کے واقفِ حال کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بھی معنی میں اس کو بیان کرے الایہ کہ اس کا من گھڑت ہونا واضح کرے۔

ان اقوال و کلیات سے یہ معلوم ہو گیا کہ روایت کا نہ صرف وضع کرنا حرام ہے بلکہ ایسی جھوٹی حدیث کا بیان کرنا بھی حرام ہے اور یہ کہ بیان کرنے والا بھی گھڑنے والے کے زمرہ میں داخل ہے۔ یہ محدثین اور اصولین کی اپنی اختراع نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے۔ بروایت سمرہ بن جندبؓ آپؐ نے فرمایا۔

"من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکذابین"[5]

جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کی حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

---

[1] تدریب الراوی ۱/۲۷۴ [2] ایضاً [3] مقدمہ ابنِ صلاح ص۲۱۲

[4] مختصر من خلاصۃ للطیبی فی فن اصول الحدیث ص۱۱ [5] مسلم، باب تغلیظ الکذب

واضعین حدیث کا حکم

موضوع روایات کی طرح ان کو وضع کرنے والے دجالوں کے سلسلہ میں بھی علما اور محدثین نے سخت موقف اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک حدیث وضع کرنے والا گویا اسی سلوک کا مستحق ہے جو سلوک مرتد اور مفسد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ابوالعباس سراج کہتے ہیں کہ میں محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے پاس حاضر ہوا اور ان کو ابن کرام کا ایک مکتوب دیا جس میں چند احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ ان میں زہری، سالم اور سالم کے والد کی سند سے یہ روایت بھی تھی "الایمان لا یزید ولا ینقص" ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔ تو امام بخاری نے خط کی پشت پر لکھا "من حدث بهذا استوجب به الضرب الشدید والحبس الطویل"[1] جس نے یہ حدیث بیان کی ہے وہ سخت سزا اور طویل قید کا مستحق ہے۔ وضع حدیث کا مرتکب اکبر کبائر کا مرتکب گردانا گیا ہے[2] اور ابومحمد الجوینی نے اس کی تکفیر کی ہے[3] اسی طرح ائمہ مالکیہ میں ناصرالدین ابن المنیر نے بھی اس کی تکفیر کی ہے[4] علامہ ذہبی نے ابوداؤد کے حوالے سے لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین نے سوید الانباری کے بارے میں کہا ہے وہ "حلال الدم" ہے[5]۔ حاکم کہتے ہیں کہ سوید کی یہ روایت "من عشق وعف وکتم ومات فمات شهیدا" جس نے عشق کیا اور پاک دامن رہا اور اپنے عشق کو چھپایا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت شہادت ہے۔ جب یحییٰ بن معین کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا "لو کان لی فرس ورمح غزوت سویدا"[6] اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں سوید سے جنگ کرتا۔ ابن عتیبہ نے معلی کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ابن نجیح سے فلاں (موضوع) روایت بیان کرتا ہے تو اس کی گردن مار دینے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالکریم بن ابی العوجا اور محمد بن مصلوب جیسے کذابوں کو قتل کی سزا دی گئی[7] ایسے مجرموں کی گواہی مردود اور اس کی

---

١ الاباطیل والمناکیر ١/١٩٠-١٩٢ ٢ قواعد التحدیث ص ١٥٢ ٣ الحدیث النبوی ص ٣٣٢

٤ موضوعات کبیر ص ٩، نزہۃ النظر ص ٥٥ ٥ میزان الاعتدال ١/٢٥٤ ٦ ایضاً

٧ تدریب الراوی ١/٢٨٤

ثقاہت مجروح ہے۔ وہ اگر توبہ بھی کرلے تب بھی اہلِ علم کے نزدیک وہ ناقابلِ اعتبار ہے اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ امام احمد ابن حنبلؒ سے ایک راوی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک جھوٹی حدیث بیان کی، پھر توبہ کرلی تو انھوں نے جواب دیا، اس کی توبہ اللہ اور اس کے درمیان، مگر اس سے حدیث کبھی نہیں روایت کی جائے گی۔[1]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حدیث چار قسم کے لوگوں سے نہیں لی جائے گی۔

(۱) وہ آدمی جو بے وقوفی میں مشہور ہے اگرچہ وہ زیادہ روایت کرنے والا ہے۔

(۲) وہ آدمی جو لوگوں کے معاملہ میں جھوٹ بولتا ہے اگرچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ منسوب کرنے کے سلسلہ میں متہم نہیں ہے۔

(۳) صاحبِ بدعت جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔

(۴) وہ شیخ جو فضل و عبادت میں معروف ہے مگر اسے اس کا شعور نہیں کہ وہ کیسی حدیث بیان کرتا ہے۔[2]

---

[1] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۱۷ [2] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۱۰۱

دوسرا باب

وضع حدیث کے اسباب اور محرکات

وضع حدیث کی ابتدا

وضع حدیث کی ابتدا ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس سال بعد ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ دین اسلام کو قبول کرنے والوں کی تعداد روز افزوں ہو چکی تھی اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ روم و ایران اور دیگر ایشیائی ممالک تک پھیلتا جا رہا تھا اور اسلام ایک غالب دین اور عالم گیر تہذیب کی حیثیت سے متعارف ہو چکا تھا۔ جہاں اسلام کے داعی پہنچے گئے لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہتے گئے اور خود مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام کی آغوش میں پلنے بڑھنے اور نشوونما پانے کا موقع ملا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت کا معاشرہ شعوری اور علمی سطح کے اعتبار سے دوسرے دور میں داخل ہو چکا تھا جس کی غالب نمائندگی نئی نسل کر رہی تھی۔ ان نو واردان اسلام کے معاشرہ میں سابقون اولون صحابہ رض کی تعداد بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ البتہ صغار صحابہ کی تعداد موجود تھی، لیکن نئی نسل ہی درحقیقت اسلام کی نمائندہ اور ملت اسلامیہ کی پشتیبان تھی۔ یہ لوگ چونکہ براہِ راست صحبتِ نبوی سے فیضیاب نہیں ہوئے تھے اور نہ دربارِ نبوت کی تربیت پائی تھی۔ اس لیے ان کی جاں نثاری، استقامت اور عزم و حوصلہ اور والہانہ وابستگی کا درجہ وہ نہ تھا جو صحابہ کرام رض کا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پیش آنے والے پرخطر حالات اور صبر آزما لمحات میں وہ صحابہ کرام رض جیسی دلجمعی، بصیرت اور استقامت کا مظاہرہ نہ کر سکے، اور نہ

ان میں بحیثیت مجموعی وہ خصوصیات تھیں جو یارانِ محمدؐ میں تھیں۔ جتنے فتنے اسلامی معاشرہ میں جاہلی سازشوں کے ذریعہ رونما ہوئے ان کا زیادہ تر نشانہ یہی لوگ بنے۔ پہلی منظم سازش جو اسلام کو سبوتاژ کرنے اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی شیرازہ کو پراگندہ کرنے کے لیے عبداللہ بن سبا اور دوسرے منافقوں نے کی ان کے نادانستہ ہی سہی یہی حضرات آلہ کار بنے۔ رجعت پسند جاہلی قوتیں اگرچہ عہدِ نبویؐ سے موقع کی تلاش میں تھیں مگر ان کو خلیفہ ثانی کے عہد تک کوئی موقع ہاتھ نہ آسکا۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضؓ کے دور میں کچھ ایسے حالات رونما ہوئے کہ ان شیطانی طاقتوں کو اپنا کھیل کھیلنے کا موقع میسر آگیا اور انہوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمنی کا آغاز کر دیا۔ اسی سازش کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضؓ کی شہادت واقع ہوئی، ان کی مظلومانہ شہادت کے بعد اسلامی قلمرو کے طول و عرض میں ایک زبردست ہنگامی اور ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی اور مسلمان واضح طور پر دو طبقوں میں تقسیم ہوگئے۔

ایک طبقہ وہ تھا جو خلیفہ چہارم حضرت علی رضؓ کے استحکامِ خلافت پر زور دے رہا تھا۔ اس طبقہ میں قاتلینِ عثمان رضؓ بھی داخل ہوگئے تھے۔ دوسرا طبقہ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی تحریک "انتقامِ قاتلینِ عثمان" کی پرجوش حمایت کر رہا تھا اور ان دونوں فرقوں میں سبائی فتنہ گر نفوذ کر چکے تھے اور مختلف حیلوں اور مکر و فریب کے ذریعہ اختلاف کو جنگ و جدال میں تبدیل کرنے میں کوشاں تھے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اختلاف کی خلیج وسیع ہو کر قتال تک پہنچی اور اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کے درمیان اجتماعی طور پر مقابلہ آرائی ہوئی کہ کشت و خون کا بازار گرم ہوا اور وہ دردناک واقعہ رونما ہوا جسے ہم جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے نام سے جانتے ہیں۔ ان دو جنگوں نے جو یقیناً دشمنانِ اسلام کی منظم سازشوں کا نتیجہ تھیں، مسلمانوں میں اختلاف و انتشار، منافرت اور عناد اور جاہلی تعصبات کے وہ سارے دروازے کھول دیے جن کو اسلام نے مقفل کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے زخم خوردہ جاہلیت پھر زندہ ہوگئی ہے اور اسلام اور مسلمانوں سے بھرپور انتقام لینے پر آمادہ ہے۔

ان ہی حالات میں وہ سیاسی فرقے وجود میں آئے جن کو روافض (غالی شیعہ) شیعہ اور خوارج کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر یہی سیاسی فرقے بعد میں دینی اور مذہبی

رُخ اختیار کرتے گئے، یہاں تک کہ مذہبی فرقوں میں تبدیل ہو گئے۔ ان کے عقائد و نظریات مسائل اور افکار، قرآن و حدیث کی تشریح و تعبیر سب کچھ بہت حد تک عامۃ المسلمین کی نہج سے ہٹ گئی اور یہ فرقے اسلام اور جاہلیت کی درمیانی منزل بن گئے۔ ہر ایک گروہ نے اپنے نظریات و معتقدات کی حمایت میں قرآن و حدیث کو استعمال کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا، اپنے مسلک کو برحق اور اپنے پیشوا کو محمود اور دوسرے مسلک کو گمراہ اور دوسرے پیشوا کو مبغوض قرار دینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح مذہبی افتراق اور گروہ بندی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قرآن کریم میں ظاہری ترمیم و تحریف کا کوئی پہلو نکالنا آسان نہ تھا اس لیے اس میں تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی کا چور دروازہ کھول لیا گیا۔ مگر حدیث قرآن کی طرح مدوّن نہ تھی اور نہ کسی ایک شخص کے لیے اس کا بتمام یاد رکھنا آسان تھا۔ اس لیے اس میں یہ گنجائش پا کر جعلی روایت بیان کرنے اور حسب منشا اسے پھیلانے کا مذموم سلسلہ شروع کیا گیا، پھر اتنی تعداد میں حدیثیں گھڑ لی گئیں کہ اصل احادیث اس غبار موضوعات میں چھپ گئیں، پھر محدثین نے ان دجالوں کا تعاقب کیا اور ان کی لغویات کی نشان دہی کی۔

روافض وخوارج اور وضع حدیث

حدیث وضع کرنے میں سرِ فہرست روافض تھے۔ خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے بے نیازی نے اس معاملہ میں ان کو اتنا جری بنا دیا کہ وہ ہر چیز کو حدیث بنا دیتے تھے۔ چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ روافض کے ایک شیخ نے مجھ سے بیان کیا "کنا اذا استحسنا شیئا جعلناه حدیثا"[1] جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اسے حدیث بنا دیتے۔ امام مالکؒ سے جب روافض کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا۔

"لا تکلمهم ولا ترو عنهم فانهم یکذبون"[2]

ان سے بات نہ کرو اور ان سے روایت نہ کرو کیوں کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۴۶۸ [2] منہاج السنۃ ۱/۱۱۱، میزان الاعتدال ۱/۱۵

شریک بن عبداللہ القاضی نے ان لوگوں کے سلسلہ میں کہا تھا جب کہ وہ خود شیعہ تھا

"احمل العلم عن کل من لقیت الا الرافضۃ فانھم یضعون الحدیث ویتخذونہ دینا" [1]

ہر شخص کی روایت جس سے تمھاری ملاقات ہو قبول کر سکتے ہو سوائے رافضہ کے کیونکہ وہ حدیث وضع کرتے ہیں اور اسے دین بنا لیتے ہیں۔

امام شافعیؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ما رأیت فی اھل الھوی قوما اشھد بالزور من الرافضۃ" [2]

اہل بدعت میں سے کسی قوم کو میں نے رافضہ سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والی نہیں دیکھا۔

خلیلی کا بیان ہے کہ۔

"وضعت الرافضۃ فی فضائل علی واھل بیتہ نحو ثلث مائۃ الف حدیث" [3]

رافضہ نے حضرت علیؓ اور ان کے اہل خانہ کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں [4]

عامر الشعبی رافضیوں کے امام تھے، پھر اس سے تائب ہوئے اس کے بعد فرمایا۔

"اگر میں چاہوں کہ وہ لوگ میرے غلام ہو جائیں، یا میرے گھر کو سونے سے بھر دیں یا میرے گھر کا طواف کریں بایں عوض کہ میں علی ابن طالبؓ کے لیے حدیث وضع کروں تو وہ ضرور ایسا کریں گے مگر خدا کی قسم میں تو ہرگز یہ نہیں کروں گا۔" [5]

روافض کی طرح خوارج بھی حدیث وضع کرنے میں بے باک تھے۔ ابن لھیعہ کہتے ہیں کہ خوارج کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ: "ان ھذہ الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم فانا کنا اذا ھوینا امرا صیرناہ [6]

---

[1] منہاج السنۃ ۱/۱۶ [2] ایضاً ص ۱۰، اختصار علوم الحدیث ص ۱۰۹

[3] السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی ص ۹۵ [4] روافض اور امام شیعہ میں فرق یہ ہے کہ زید بن علی بن الحسینؓ کے جو لوگ پرجوش حامی تھے، انھوں نے ہشام کی خلافت کے عہد میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا پھر بھی ایک طبقہ وہ تھا جو بدستور ان کا حامی رہا۔ پہلا طبقہ رافضیہ کہلایا، دوسرا زیدیہ جب کہ یہ دونوں اصلاً شیعہ ہی تھے۔ مگر رافضہ بے دینی اور زندقہ سے زیادہ قریب تھے۔ اسی لیے امام شعبیؒ نے کہا کہ یہ لوگ اسلام اللہ کے لیے نہیں لائے بلکہ اللہ سے بغاوت اور اس سے انتقام لینے کے لیے مسلمان ہوئے۔ منہاج السنۃ ۱/۱۵-۸

[5] منہاج السنۃ ۱/۸ [6] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۲۳

یہ احادیث دین ہیں اس لیے تم دیکھ لو کہ دین کس سے حاصل کر رہے ہو کیوں کہ جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اسے حدیث بنا دیتے۔

شیعہ اور وضع حدیث

غالی شیعہ کے بعد عام شیعوں کا معاملہ تھا جو فضائل و مناقب کی حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ شروع میں وضع حدیث کا بڑا محرک شخصی مناقب اور خاندانی فضائل تھے۔ چونکہ شیعہ حضرات جغرافیائی لحاظ سے اس سرزمین سے تعلق رکھتے تھے جو ہیرو پرستی میں دوسری قوموں سے ممتاز رہی ہے اس لیے ان کا ذہن شروع ہی سے اس طرح کی کسی بھی صورت حال کو قبول کرنے کے لئے تیار تھا چنانچہ ان حضرات نے اہل بیت کے مناقب میں حدیث وضع کرنے اور دیگر اصحاب پر اپنے امام کی برتری ثابت کرنے کی برملا کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے جواب میں اہل سنت کے جاہلوں نے بھی وضع حدیث میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جوابی کارروائی اور مقابلہ آرائی کے اس مہلک رجحان نے وضع حدیث کا لا متناہی سلسلہ قائم کر دیا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے۔

اعلم ان اصل الکذب فی احادیث الفضائل جاء من جہۃ الشیعۃ وقابلھم جھلۃ اھل السنۃ بالوضع ایضا [1]

فضائل کی احادیث میں اولاً جھوٹ کا سلسلہ شیعہ کی طرف سے شروع ہوا اور جواباً اہل سنت کے جاہل طبقہ نے بھی حدیث وضع کی۔

عراق اس زمانہ میں اہل تشیع کا بڑا مرکز تھا۔ اس کے سلسلہ میں امام زہری نے فرمایا کہ:

"یخرج الحدیث من عندنا شبرا فیرجع الینا من العراق ذراعا" [2]

ہمارے یہاں سے حدیث ایک بالشت کی نکلتی ہے اور جب عراق سے لوٹتی ہے تو ایک گز کی ہو جاتی ہے۔

اسی لیے امام مالک نے عراق کو "دار الضرب" یعنی حدیث ڈھالنے کی فیکٹری کہا تھا جہاں سکوں کی طرح حدیث بڑی تعداد میں ڈھالی جاتی ہے۔

---

[1] الحدیث النبوی ص ۳۰۶ [2] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۹۳

شخصی فضائل و مناقب میں شیعوں نے بے شمار حدیثیں وضع کیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

سب سے مشہور اور فتنہ انگیز روایت "غدیر خم" والی حدیث ہے جس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو راستہ میں غدیر خم کے مقام پر آپ نے حضرات صحابہ کو جمع کیا اور حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر تمام صحابہ کے روبرو پیش کیا اور فرمایا:

"ھذا وصیی واخی والخلیفۃ من بعدی فاسمعوا لہ واطیعوا"[۱]

یہ میرا وصی ہے، میرا بھائی ہے اور میرے بعد خلیفہ ہے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

یہ روایت اس وقت گھڑی گئی جب شخصی اختلافات، گروہی تعصب اور مذہبی عقیدہ کی صورت اختیار کرنے لگے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ فضیلت علیؓ، خلافت علیؓ اور وراثت علی رضؓ کا عقیدہ اپنا چکا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے فضائل میں اور بھی کئی گمراہ کن قسم کی روایات وضع کرنے میں اس عقیدہ کو بڑا دخل تھا۔ اس سلسلہ کی چند مشہور روایات یہ ہیں:

من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسی فی ھیبتہ والی عیسی فی عبادتہ فلینظر الی علی[۲]

جو آدمؑ کا علم، نوحؑ کا فہم، ابراہیمؑ کی بردباری، موسیٰؑ کا جلال اور عیسیٰؑ کی عبادت دیکھنا چاہتا ہے وہ علی رضؓ کو دیکھے۔

حب علی حسنۃ لا یضر معہا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لا ینفع معہا حسنۃ[۳]

علی کی محبت ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں اور ان سے بغض ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ مند نہیں۔

---

[۱] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۹۲۔ موضوعات کبیر ص۱۰۹ [۲] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۸۴

[۳] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۹۲۔

انما مثلك يا علی کمثل عیسیٰ بن مریم احبہ قوم فافرطوا وابغضہ قوم فافرطوا[1]

تمھاری مثال اے علیؓ عیسیٰ بن مریمؑ کی ہے جس سے ایک گروہ نے محبت کی تو مبالغہ کیا اور ایک گروہ نے دشمنی کی تو مبالغہ کیا۔

نادِ علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لك فی النوائب فی کل غم وھم[2]

علی رض جو مظہر عجائب ہیں کو پکارو تو تم ان کو مشکلات اور پریشانیوں میں مددگار پاؤ گے۔

یہ گمراہ کن موضوع روایت عقیدہ اہل تشیع کی بنیادی کڑی ہے اور اسی سے وہ علی رض کو مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ یہ مشرکانہ روایت بہت سی دوکانوں اور مکانوں میں آویزاں نظر آتی ہے۔

صلی علیّ الملٰئکۃ وعلی علی بن ابی طالب سبع سنین ولم یصعد شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ من الارض الی السماء الا منی ومن علی بن ابی طالب[3]

فرشتوں نے مجھ پر اور علی بن ابی طالب پر سات سال تک درود بھیجا، میرے اور علی بن ابی طالب کے بغیر کلمۂ شہادت آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔

ستکون فتنۃ فان ادرکھا احد منکم فعلیہ بخصلتین کتاب اللہ وعلی ابن ابی طالب فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو آخذ بیدی علی ھذا اول من آمن بی وھو اول من یصافحنی یوم القیٰمۃ وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل[4]

حضرت عبداللہ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ ایک فتنہ آنے والا ہے تم میں سے جو بھی اس وقت موجود رہے وہ دو چیزوں کو اختیار کرے اللہ کی کتاب اور علی ابن ابی طالبؓ کو کیوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور آپؐ اس پر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہ علیؓ پہلا آدمی ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور وہ پہلا آدمی ہوگا جو مجھ سے قیامت کے دن مصافحہ کرے گا، وہ اس امت کا فاروق ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کرے گا۔

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۲۵ — [2] موضوعات کبیر ص۹۳

[3] اللآلی المصنوعۃ ۱/۶۶ — [4] ایضاً ص۱۶۱

عبدات اللہ مع رسولہ قبل ان یعبدہ رجل من ھذہ الامۃ خمس سنین او سبع سنین [۱]

میں نے رسولِ کریمؐ کے ساتھ اللہ کی عبادت اس امت کے کسی بھی فرد سے پانچ سال یا سات سال پہلے کی۔

من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر [۲]

جس نے علی کو خیر الناس نہیں کہا اس نے کفر کیا۔

ان المدینۃ لا تصلح الا بی وبک [۳] مدینہ یا تو تم سے درست ہوگا یا مجھ سے۔

حضرت علی رضؓ کے ساتھ دوسرے اہلِ بیت کے سلسلے میں جو روایات وضع کی گئیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

انا میزان العلم وعلی کفتاہ والحسن والحسین خیوطہ وفاطمۃ علاقتہ والائمۃ منا عمود توزن فیہ اعمال المحبین لنا والمبغضین لنا [۴]

میں علم کا ترازو ہوں، علیؓ اس کا پلڑا ہیں، حسنؓ اور حسین رضؓ اس کی رسی ہیں اور فاطمہ رضؓ اس کا رابطہ ہیں اور ہمارے ائمہ (معصومین) عمود ہیں، اس میں ہمارے چاہنے والوں اور ہم سے دشمنی کرنے والوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نحرض اولادنا علی حب علی بن ابی طالب [۵]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو علی ابن ابی طالب کی محبت پر اسبھاریں۔

ان فاطمۃ عصمت فرجھا فحرم اللہ ذریتھا علی النار [۶]

فاطمہ رضؓ نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو اللہ نے اس کی ذریت کے لیے دوزخ حرام کر دیا

۱۔ اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۶۶۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۹۶ ۲۔ اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۶۹

۳۔ ایضاً ص۱۷۰، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۹۷ ۴۔ السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی ص۹۴

۵۔ تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۱۲ ۶۔ ایضاً ص۲۱

"ینادی منادیوم القیٰمۃ غضوا ابصارکم حتی تمر فاطمۃ بنت النبی ﷺ"[1]

قیامت کے دن آواز لگانے والا آواز دے گا، فاطمہؓ گذرتی ہیں اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔

"معراج کی شب جبریلؑ نے مجھے جنت میں اس درخت کے پاس کھڑا کیا جس کے پھل اور خوشبو سے پاکیزہ تر پھل اور خوشبو میں نے نہیں دیکھی، پھر جبریلؑ نے چھلکا اتار کر وہ پھل مجھے کھلایا اور اللہ نے اس سے میرے صلب میں نطفہ پیدا کیا، پھر میں نے خدیجہؓ سے مباشرت کی اس سے فاطمہؓ پیدا ہوئیں، جب مجھے جنت کا اشتیاق ہوتا ہے تو میں فاطمہؓ کی گردن کا بوسہ لیتا ہوں اس سے مجھے وہی خوشبو مل جاتی ہے"[2]

"یقتل الحسین علی راس ستین سنۃ من مھاجری"[3] حسینؓ ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کیے جائیں گے

انا الشجرۃ وفاطمۃ فرعھا وعلی لقاحھا والحسن والحسین ثمرتھا وشیعتنا ورقھا واصلھا فی جنۃ عدن[4]

میں درخت ہوں، فاطمہؓ اس کی شاخ ہیں، علیؓ اس کا شگوفہ ہیں، حسن اور حسینؓ اس کے پھل ہیں، شیعہ اس کے پتے ہیں اور اس کی جڑ جنت عدن میں ہے۔

ان آل محمد شجرۃ النبوۃ وآل الرحمۃ وموضع الرسالۃ[5]

بے شک آلِ محمد ﷺ نبوت کے درخت ہیں، آلِ رحمت ہیں اور موضع رسالت ہیں

اہلِ سنت اور وضع حدیث

اہلِ تشیع نے صرف اہلِ بیت اور حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب میں حدیث وضع کرنے پر اکتفاء کیا بلکہ خلفاء ثلاثہ خاص طور پر شیخینؓ اور دیگر کبار صحابہؓ کی شان میں گستاخانہ روایات وضع کیں، ان کو غاصب، فاسق، مرتد اور دشمنِ رسول جیسے خطابات دیے اور ان کے اوپر رکیک قسم کے حملے کیے۔ ان پر یہ الزام لگایا کہ ان حضرات نے حضرت علیؓ کے خانوادہ کے ساتھ ظلم و تعدی

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۲۰۹ [2] ایضاً ۱/۲۰۴ [3] ایضاً ۱/۲۰۳، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۹۶

[4] ایضاً ۹۹، اللآلی المصنوعۃ ۱/۲۱۰ [5] ایضاً ۱/۲۱۰

کی اور ان کی توہین وتذلیل کی، حضرت معاویہ رضؓ تو ان کے تیرِ غضب کے خاص طور پر نشانہ بنے اور ان کے خلاف بہت سی حدیثیں وضع کیں۔ مثلاً: اذا رأیتم معاویۃ یخطب علی منبری فاقتلوہ [۱] جب تم میرے منبر پر معاویہ رضؓ کو خطبہ دیتے دیکھو تو اسے قتل کر دو وغیرہ۔ اس کے جواب میں اہلِ سنت نے حضرت علی رضؓ اور اہلِ بیت کی توہین نہیں کی کہ وہ اہلِ تشیع سے زیادہ ان کے سچے معتقد تھے، البتہ بزعم خود صحابہ کرام رضؓ کی شان کو ان کے حملوں سے بچانے کے لیے بھی احادیث کے ساتھ جھوٹی روایات کا بھی سہارا لیا اور جاہلوں نے جعلی روایات ان حضرات کے لیے گھڑنی شروع کیں، خلفاء ثلاثہ اور امیر معاویہ رضؓ کے متعلق کچھ موضوع روایات یہ ہیں:

"اذا کان یوم القیٰمۃ قیل لابی بکر ادخل الجنۃ من شئت [۲]

قیامت کے دن ابوبکر رضؓ سے کہا جائے گا تم جس کو چاہو جنت میں داخل کر سکتے ہو۔

ان اللہ عزوجل یکرہ فی السماء ان یخطأ ابوبکر الصدیق فی الارض [۳]

آسمان پر اللہ کو ناپسند ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ سے زمین پر کوئی غلطی سرزد ہو۔

اذا کان یوم القیٰمۃ یکون ابوبکر علی احد ارکان الحوض وعمر [۴]

قیامت کے دن ابوبکر رضؓ حوض کوثر کے ایک رکن پر ہوں گے اور عمر رضؓ دوسرے پر

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر عن یمینہ وعمر عن شمالہ فقال ھکذا نبعث یوم القیٰمۃ [۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روبرو تشریف لائے اور ابوبکر رضؓ ان کے دائیں اور عمر رضؓ بائیں تھے۔ آپ نے فرمایا اسی طرح قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

ما فی الجنۃ شجرۃ الا مکتوب علی کل ورقۃ منہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق وعثمان ذوالنورین [۶]

جنت کے ہر درخت کے ایک ایک پتے پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر صدیق رضؓ، عمر فاروق رضؓ، عثمان ذی النورین رضؓ۔

---

[۱] الاباطیل والمناکیر ۱/۲۰۰، اللآلی المصنوعۃ ۱/۴۲۰ [۲] ایضاً ۱/۲۰۰ [۳] ایضاً ص ۱۵۵

[۴] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص [۵] ایضاً ص ۳۳ [۶] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۶۵

علی العرش مکتوب لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق، عثمان الشہید علی الرضیٰ[1]

عرش پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ، ابوبکر صدیق رضؓ، عمر فاروق رضؓ، عثمان شہیدؓ، علی رضی رضؓ۔

یبعث معاویۃ یوم القیٰمۃ وعلیہ رداء من نور الایمان[2]

قیامت کے دن معاویہ رضؓ اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے اوپر نور ایمان کی چادر ہوگی۔

الامناء عند اللّٰہ ثلاثۃ انا وجبریل ومعاویۃ[3]

اللہ کے نزدیک تین اشخاص مامون ہوں گے میں، جبریل اور معاویہ۔

اوحی اللّٰہ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم استکتب معاویۃ فانہ امین مامون[4]

اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی کہ معاویہؓ سے قرآن لکھواؤ کیوں کہ وہ امین اور مامون ہیں۔

انت منی یا معاویۃ وانا منک[5] معاویہؓ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے

"لا افتقد فی الجنۃ الا معاویۃ فیاتی انفا بعد وقت فاقول من این یا معاویۃ فیقول من عند ربی العزۃ یحیینی ویلقنی بیدہ ویقول لی ھذا مما نیل من عرضک فی دار الدنیا"[6]

میں جنت میں صرف معاویہؓ کو نہ پاؤں گا جب وہ عرصہ کے بعد لوٹ کر آئیں گے تو میں پوچھوں گا معاویہؓ کہاں سے آرہے ہو؟ وہ کہیں گے رب العزت کے پاس سے، وہ میرا خیر مقدم کر رہا تھا اور مجھے چپٹا رہا تھا اور مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دنیا میں جو تمہاری عزت میں کمی کی گئی یہ اس کا صلہ ہے۔

صحابہ کرام رضؓ کے مناقب وفضائل کے سلسلے میں موضوع روایات کا تذکرہ علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے تفصیل سے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ان احادیث موضوعہ سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مناقب صحابہ میں کوئی حدیث درست نہیں ہے، کیوں کہ بہت سے مواقع پر آپ نے صحابہ رضؓ کی تعریف کی، بہت سے

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۵۴ [2] ایضاً ۱/۲۱۶ [3] ایضاً ۱/۲۱۶ [4] ایضاً ۱/۲۱۸

[5] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۹۵ [6] اللآلی المصنوعۃ ۱/۲۲۰

صحابہؓ کو جنت کی خوش خبری سنائی، بہت سے صحابہؓ کی خصوصیات کا اعتراف فرمایا اور ان کو دعائیں دیں۔ یہ احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔

شانِ نبوت میں غلو

وضع حدیث کا ایک بڑا محرک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے عقیدت و محبت میں افراط اور غلو تھا۔ نبی اکرمؐ کی شخصیت نہ صرف اوصافِ حمیدہ اور کمالات ممکنہ کی حامل ہے بلکہ خاتم المرسلینؐ ہونے کی حیثیت سے دوسرے انبیاءؑ پر آپؐ کو ایک گونہ فضیلت بھی حاصل ہے اس بنا پر آپؐ کی ذاتِ گرامی سے مسلمانوں کی والہانہ عقیدت اور محبت کا ہونا ایک فطری اور جذباتی امر ہے۔ بلکہ بمطابق حدیث یہ جزو ایمان بھی ہے۔ ایک ایسا شخص جو پیروی رسول کا دعویٰ تو کرے مگر ٹوٹ کر آپؐ کو نہ چاہے، اس کے دل میں نبیؐ کی ذات پر قربان ہونے کا جذبہ نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، آپؐ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [۱]

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ اس کے لیے محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس عقیدت اور محبت میں شدت کا ہونا بھی فطری امر ہے مگر ظاہر ہے کہ وہ عقیدت اور محبت غیر متوازن اور بے مہار ہو جاتی ہے جو علم و آگہی سے خالی ہو پھر وہ مبنی برحق بھی نہیں رہتی جب تک کہ شعور و دانش سے وابستہ نہ ہو۔ محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ مقامِ نبوت، مزاجِ نبوت اور کارِ نبوت سے پوری آگہی ہو اور یہ کہ نبی کریمؐ کا اصل مقام پہچانتے ہوئے آپؐ سے محبت و عقیدت رکھی جائے۔ بعد کے ادوار میں کچھ مسلمانوں نے آپ کے حق میں اس احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا اور غلو و افراط میں مبتلا ہو گئے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا تھا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم [۲]

مجھے میرے مرتبہ سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا تھا۔

---

[۱] مسلم کتاب الایمان [۲] بخاری، کتاب الانبیاء

اس کے باوجود مسلمانوں کے بعض طبقوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں اس تنبیہ کا لحاظ نہ رکھا، آپؐ کو آپؐ کے مرتبہ سے بڑھایا، بلکہ بعض نے معاذاللہ مقامِ الوہیت تک پہنچادیا، اللہ نے جو قدر و منزلت آپؐ کو عطا کی تھی وہ گویا ناکافی سمجھ لی گئی اور لوگوں نے اپنی طرف سے غیر شرعی قسم کی چیزیں جوڑ دیں۔ آپؐ کے سلسلے میں عجیب و غریب اور محیرالعقول قسم کے قصے بیان کیے گئے۔ اس غیر تربیت یافتہ جذبۂ عقیدت نے آپؐ کو بشر ماننے سے انکار کیا۔ اسی غلو آمیز محبت نے آپؐ کو نورِ مجسم قرار دیا، اور اسی جذبۂ نیاز مندی نے آپؐ کو خدائی میں شریک بنادیا۔ کہنے والے نے یہاں تک کہہ دیا:

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے

اور اسی جذبۂ ناتراشیدہ نے آپؐ کی شانِ اقدس میں موضوع احادیث کو سندِ قبول و جواز بخشا۔ ولادت سے لے کر وفات تک آپؐ کے متعلق ایسی بے سر پیر کی روایات گھڑی گئیں کہ ان کی مثال اہلِ ہنود ہی کے یہاں مل سکتی ہے۔ شانِ محمدیؐ میں حدیث وضع کرنے والے ایک کذاب سے جب پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" اور تم اس وعید کو جانتے ہوئے حدیث وضع کرتے ہو، تو اس نے جواب دیا کہ اس حدیث میں آپؐ کے خلاف حدیث گھڑنے کی ممانعت کی گئی ہے اور میں تو آپؐ کی حمایت میں حدیث وضع کرتا ہوں[۱] بدیں عقل و دانش بباید گریست۔ اس جذبہ کے تحت جو حدیثیں وضع کی گئیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

عام طور پر سیرت نگار حضرات بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق آپؐ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا "آپؐ پیدائش کے وقت گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، اور آپؐ کے ساتھ ایک نور نکلا جس نے مشرق و مغرب کو روشن کردیا، میں نے اس نور کے ذریعہ شام کے محلات کو دیکھا۔ یہاں تک کہ بصرہ میں اونٹوں کو سر اٹھائے ہوئے دیکھا"[۲]

---

۱ مقدمۃ ابنِ صلاح ص۲۱۵، الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث ص۹۲

۲ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ۱/۳۶۲، دلائل النبوۃ ۱/۱۴۱

اسی طرح یہ روایت کہ "پیدائشِ رسولؐ کے وقت ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگورے گر گئے، آتش فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی، بحیرۂ طبریہ خشک ہو گیا"[1] نیز یہ روایت کہ "جب وقت کہ میں حاملہ ہوئی، اس وقت سے محمدؐ کی پیدائش کے وقت تک میں کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہ ہوئی جس میں عام طور پر عورتیں مبتلا ہوتی ہیں[2] مجھے بشارت دی گئی کہ خیر العالمین تمھارے پیٹ میں ہے" پیدائش کے بعد اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ اور یہ تعویذ اس کے لگا دینا۔ جب میں بیدار ہوئی تو سرہانے ایک سونے کا نوشتہ تھا جس میں لکھا تھا "اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد، وکل خلق رائد، من قائم وقاعد، عن السبیل عائد، علی الفساد جاھد، من نافث او عاقد الخ"[3]

حضرت آمنہ کی طرف منسوب یہ روایت بھی بے اصل ہے کہ

"جب میں دردِ زہ میں مبتلا ہوئی تو ستاروں کی طرف دیکھنے لگی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ لٹک رہے ہوں، پھر مجھے یوں لگا کہ وہ مجھ پر گر جائیں گے۔ جب (محمدؐ کی) ولادت ہوئی تو اس سے نور نکلا جس سے پورا گھر منور ہو گیا اور میں نور ہی نور دیکھنے لگی"[4]

شفا بنتِ عمر سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منسوب کی جاتی ہے کہ جب انھوں نے محمدؐ کو گود میں لیا تو ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں انھوں نے شام کے محلات دیکھے اور یہ ندا آئی کہ اے شفا تمھارے اوپر اللہ نے رحم کیا[5]

پیدائش نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں، ان میں روایت و درایت کے لحاظ سے متعدد کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور انہی کمزوریوں کی بنا پر محدثین نے ان کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ مولانا محمد تقی امینی لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت کوئی صحابی موجود نہ تھا جس کی روایت قابلِ قبول ہو، ایسی حالت میں یہ روایتیں عمومی شہرت کی بنا پر ہوں گی یا رسول اللہؐ نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہوگی اگر ان واقعات کی شہرت اسی طرح ہوتی جیسی ان روایتوں سے ظاہر ہوتی ہے تو بعد میں رسول اللہؐ کو تبلیغ رسالت میں جس قدر دشواریاں پیش آئیں

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ۱/۳۴۲، دلائل النبوۃ ۱/۱۴۱ [2] تاریخ ابن عساکر، باب ذکر مولد النبیؐ

[3] دلائل النبوۃ ۱/۴۰ [4] ایضاً [5] ایضاً

وہ نہ آتیں اور ہر شخص ان واقعات کی شہرت کی بنا پر ایمان لانے پر مجبور ہوتا۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس ان کی وضاحت فرمائی ہوتی تو اتنے اہم واقعات کا تذکرہ حدیث کے مستند ذخیروں میں ضرور ہوتا، یہ کیسے ممکن ہے کہ آپؐ کی پیدائش کے وقت کے ان دلائل نبوت کو محدثین نظر انداز کر دیتے؟[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کو تشریف لے گئے اور عرش معلیٰ پر پہنچے تو جوتے نکالنے کا ارادہ کیا، آواز آئی، اے محمدؐ! جوتے مت نکالو کیوں کہ عرش آپؐ کے جوتا پہن کر آنے سے شرف حاصل کرے گا اور فخر کرے گا۔[2]

کان نقش خاتم سلیمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔[3]

حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر نقش تھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لما اسری بی الی السماء سقط من عرقی فنبت منہ الورد[4]

جب مجھے معراج کے لیے لے جایا گیا تو میرا پسینہ ٹپکا اور اس سے گلاب کا پھول پیدا ہوا۔

ایک رات حضرت عائشہؓ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی وہ اسے تلاش کرنے لگیں مگر نہ ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپؐ کے دانت کی چمک ظاہر ہوئی جس نے پورے کمرے کو روشن کر دیا اور حضرت عائشہؓ نے اس روشنی میں اپنی سوئی کو دیکھ لیا۔[5]

ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق من نور اللہ[6]

نورِ محمدیؐ اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے

"ما خلقت خلقا احسن منک یا محمدؐ" اے محمدؐ تم سے زیادہ بہتر کوئی مخلوق میں نے نہیں پیدا کی

آدمؑ نے اللہ سے کہا۔ میں محمدؐ کا واسطہ دے کر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں، اللہ نے پوچھا تم نے محمدؐ کو کیسے جانا تو آدمؑ نے کہا، جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور

---

[1] حدیث کا درایتی معیار ص۲۱۱ [2] الآثار المرفوعۃ ص۴۶
[3] اللآلی المصنوعۃ ۱/۸۸، تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۲۵ [4] ایضاً ص۴۲، میزان الاعتدال ۱/۳۶
[5] الآثار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ ص۴۵ [6] ایضاً ص۴۲ [7] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۴۶

میرے اندر اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش پر یہ لکھا ہوا پایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تب میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ محبوب ترین مخلوق کا نام جوڑا ہے۔ خدا نے کہا، تو نے سچ کہا اے آدمؑ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا[1]

اخذت من لحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا یصیبک السوء[2]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کا بال لیا تو آپؐ نے فرمایا تم کو برائی لاحق نہ ہوگی۔

نبی کریمؐ کے سلسلے میں موضوع روایات کی اشاعت کا مسلمانوں کے معاشرے پر بہت بُرا اثر پڑا اور ایک ایسا طبقہ وجود میں آگیا جو امت کو اوہام و خرافات کی کھائیوں میں پہنچانے لگا۔ علامہ سیوطیؒ نے "تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص" میں ایک عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ ایک قصہ گو نے بغداد میں آیت ذیل کی تفسیر کی "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" (عنقریب آپؐ کا رب آپؐ کو مقام محمود میں پہنچائے گا) نکتہ یہ پیدا کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر متمکن ہوں گے۔ جب یہ بات محمد بن جریر طبری کو معلوم ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے گھر کے دروازے پر یہ عبارت لکھ دی "سبحان من لیس لہ انیس ولا لہ علی عرشہ جلیس" پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی ہمدم نہیں اور عرش پر اس کا کوئی شریک مجلس نہیں۔ اتنا لکھنا تھا کہ بغداد کے عوام نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے گھر پر پتھر برسانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کا دروازہ ٹوٹ گیا اور لوگ ان پر چڑھ دوڑے[3]

فقہی اور مسلکی اختلاف

جھوٹی روایات کے گھڑنے اور رواج دینے میں ایک نئے محرک کا اضافہ اس وقت ہوا جب کہ قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط اور شرعی احکام و قوانین کی تخریج اور توضیح

---

[1] الآثار المرفوعۃ ص ۴۴ [2] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص ۸۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/ ۲۸

[3] موضوعات کبیر ص ۱۴۰

کی بنا پر فقہی مسلکوں کا وجود ہوا۔ فقہائے کرام نے مصادرِ شریعت سے مسائل کا استنباط کرنے اور روز بروز پیش آنے والے معاملات میں قرآن وحدیث کی تعبیر و تفسیر اور علت کی تعیین کرنے میں مختلف اصول وضوابط کو اپنایا، ایک ہی مسئلہ میں مختلف ائمہ کی مختلف آرا سامنے آئیں۔ مسائل کی تخریج میں زاویہ نگاہ و تعیین علت وغیرہ کا اختلاف ہر امام کو الگ الگ مکاتب فکر کا بانی بناتا چلا گیا۔ بعد میں یہ مکاتب فکر باہم میری نہیں ہوئے بلکہ حریف بن گئے۔ صدرِ اسلام میں بلکہ دو صدیوں تک فقہ کی بنیاد پر کوئی مسلک وجود میں نہیں آیا، جس کسی کو کوئی فتویٰ لینا ہوا یا مسئلہ پوچھنا ہوا وہ اپنے قریب کے کسی بھی فقیہ سے دریافت کر سکتا تھا۔[1] مثلاً ایک ہی وقت میں ابو حنیفہ رح، ابن عیینہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، جعفر صادقؒ اور دیگر علماء مراجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ بعد میں ہر فقیہ کے نام پر الگ حلقہ قائم ہو گیا۔ ہر استاذ کے تلامذہ اور متبعین اپنے مشرب سے وابستہ رہ کر اس کی نمائندگی کرنے لگے اور اسی وابستگی کو شریعتِ محمدیؐ سے قریب تر تصور کرنے لگے۔ ان ائمہؒ نے مسائل کی تخریج میں کبھی موضوع احادیث سے استدلال نہیں کیا۔ موضوع احادیث کو رواج دینا تو دور کی بات تھی بلکہ صحیح اور بعض حالات میں احادیث حسن کو انسانی اعمال و وظائف میں قانوناً اور رواج میں جاری وساری کر کے زندہ رکھنے کی کامیاب کوشش کی، مگر ان کے بہت سے متبعین ایسے بھی تھے، جن میں فکری بلندی، وسعت نظری اور وسیع المشربی پیدا نہ ہو سکی، ان میں دوسرے مسلک، ان کے حامیوں اور متبعین کے سلسلے میں رشک و رقابت کا جذبہ پیدا ہوا۔ ہر کوئی اپنے امام کو افضل اور اپنے مسلک کو برحق ثابت کرنے لگا۔ اس جہالت نے بہت سی جہالتوں کا دروازہ کھولا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے اپنے امام اور مسلک کی حمایت میں حدیث وضع کرنی شروع کر دی، یہ مذموم حرکت صرف اپنی حمایت تک محدود نہ رہی بلکہ دوسرے اماموں کی مذمت میں بھی حدیث وضع کی جانے لگی۔ اس جذبہ کے تحت جو حدیثیں وضع کی گئیں ان کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

من قرأ خلف الامام ملئ فوه نارا[2] جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ آگ سے بھرا جائے گا۔

---

[1] الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ص۱۹ [2] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۹۶

من رفع یدیہ فی الرکوع فلا صلوٰۃ لہ [1]

جس نے رکوع میں ہاتھ اٹھایا اس کی نماز نہ ہوئی۔

امنی جبریل عند الکعبۃ فجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم [2]

جبریلؑ نے کعبہ میں میری امامت کی تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے پڑھا۔

یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی [3]

میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

ویکون فی امتی رجل یقال لہ ادریس اضر علی امتی من ابلیس [4]

میری امت میں ایک شخص ادریس (شافعی) ہوگا جو میری امت کے حق میں شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔

قاضی مجد الدین شیرازی کہتے ہیں:

"ما ورد فی فضل ابی حنیفۃ والشافعی اوذمہما لا یصح فی ھذا الباب شیٔ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الخصوص" [5]

امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی فضیلت یا اُن کی مذمت میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں اس باب میں بالخصوص کسی روایت کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے۔

بادشاہوں اور امیروں کی خوشنودی

وضع حدیث کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لیے، اس کی نظر میں سُرخ رو ہونے اور اس سے تھوڑی سی منفعت حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ وہ امرا اور سلاطین کے درباروں میں جاتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی روایات بیان کرتے تھے، مفاد پرست لالچی اور درباری لوگ ہمیشہ

---

[1] اللآلی المصنوعہ ۲/۱۹ [2] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۱۰۱ [3] اللآلی المصنوعۃ ۱/۲۳۶

[4] ایضاً [5] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۸۵

بادشاہوں کے تقرب کو سعادت سمجھتے تھے اور اس مقصد کے لئے اس حد تک ذلت پر اتر آتے کہ اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے سے نہیں چوکتے ۔ ۔ علماء یہود اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے ۔ وہ چند سکوں کی خاطر اپنے علم اور دین داری کا غلط استعمال کرتے تھے اور خدا کی کتاب میں حقیر سی پونجی کے لیے تحریف و ترمیم کر ڈالتے تھے، مسلمانوں کے اندر ایسا تو کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا جو اس ذلیل منفعت کے لیے قرآن کریم میں تحریف و ترمیم کرتا مگر ایسے لوگ ضرور پیدا ہو گئے جو اس مقصد کے لیے حدیث وضع کرتے تھے اور امرا سے نذرانۂ کذب کے امیدوار رہتے تھے ۔ یہ امرا کبھی تو ایسے لوگوں کی تنبیہ کرتے اور کبھی مجرمانہ چشم پوشی سے کام لیتے تھے ۔ غیاث بن ابراہیم ان چند مجرموں میں سے ایک تھا جو یہ گھناؤنا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے ۔

ایک مرتبہ غیاث عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا، اس وقت مہدی کبوتر سے کھیل کر رہا تھا، اس نے خلیفہ سے کہا اے امیرالمومنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

"لاسبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح"[1]

مسابقت صرف نیزہ بازی میں یا اونٹ میں یا گھوڑے میں یا پرندہ میں ہے ۔

حدیث میں جناح کا تذکرہ نہیں ہے مگر چونکہ مہدی کبوتر سے کھیل کر رہا تھا اس لیے غیاث نے "جناح" کا اضافہ کر دیا ۔ یہ سن کر مہدی نے اسے انعام دینے کا حکم دیا، جب وہ انعام لے کر رخصت ہو گیا تو مہدی نے کہا کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھا، پھر اس نے کبوتر کو ذبح کرا دیا کہ اسی کی وجہ سے اس نے حدیث وضع کی تھی ۔[2]

احمد بن یعقوب عبدالملک کے پاس کھانے کے موقع پر حاضر تھا، جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو خربوزہ لایا گیا، اس پر احمد نے کہا اے امیرالمومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

"بطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا و یذہب الداء اصلا"

کھانے سے پہلے خربوزہ کھانا پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے ۔

اس پر عبدالملک نے اسے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا ۔[3]

---

[1] نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵ [2] تدریب الراوی ۱/ ۲۸۶، اللآلی المصنوعہ ۲/ ۱۲۵

[3] میزان الاعتدال ۱/ ۸۰

اسی طرح ایک اور کذاب مقاتل بن سلیمان بلخی تھا اس نے مہدی سے آکر کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے لیے حضرت عباس رضؓ اور ان کی اولاد کے سلسلے میں حدیث وضع کروں مہدی نے کہا اس کی ضرورت نہیں[1]۔ درباری روایات کا ایک نمونہ یہ ہے۔

"اذا کان سنۃ خمس وثلثین ومائۃ فھی لک ولولدک السفاح والمنصور والمھدی"[2]

جب ایک سو پینتیس واں سال ہو تو وہ تمہارا ہوگا (عباسؓ) اور تمہاری اولاد سفاح اور منصور اور مہدی کا ہوگا۔

بعض لوگوں نے تو حدیث وضع کر کے پیٹ پالنے کو اپنا پیشہ ہی بنا لیا تھا وہ صرف امرا اور سلاطین ہی کے لیے حدیث وضع نہیں کرتے تھے بلکہ کوئی بھی ان کو کچھ پیسہ دیتا تو وہ حدیث وضع کر دیتے۔ چنانچہ حضرت شعبہ، ابی الہزم یزید بن سفیان البصری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ بصرہ کی مسجد میں پڑا رہتا تھا اگر کوئی شخص اسے ایک درہم دیتا تو وہ اس کے لیے پچاس حدیثیں وضع کر دیتا[3]

ایک بے بنیاد الزام

امرا اور ملوک کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے حدیث وضع کرنے کی جسارت کرنے والے بلاشبہ بدترین لوگ تھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں مجرم تھے، مگر یہ جرم کسی صحابی سے متصور نہیں۔ تاہم شیعہ حضرات نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ بعض صحابہ رضؓ پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے[4]۔ امیر معاویہ رضؓ اور ان کے اصحاب سے بغض و عناد کے اندھے جوش میں ایک طرف تو انھوں نے سب و شتم کا سلسلہ شروع کیا اور دوسری طرف ان سے تعلق رکھنے والے اصحاب کی سیرت و کردار امانت اور دیانت کو مشکوک و مشتبہ قرار دینے کی جدوجہد کی اور یہی کوشش علم و تحقیق کے نام پر وسیع پیمانے پر مستشرقین نے کی تاکہ سلسلہ حدیث کو مشتبہ کر کے اسلامی شریعت کو بے اعتبار اور اسلامی تعلیمات کو بے بنیاد ثابت کیا جا سکے۔ چنانچہ ایچ، ایم، بالیوزی

---

[1] تدریب الراوی ۱/۲۸۶ [2] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۹۱، میزان الاعتدال ۱/۴۶
[3] الاباطیل والمناکیر ۱/۵۹ [4] مغیرۃ ابن شعبہؓ، عمرو بن العاصؓ اور ابوہریرہؓ پر یہ الزام لگایا ہے۔ شرح نہج البلاغہ ۴/۶۳

نے حضرت ابوہریرہ رضؓ اور مغیرہ بن شعبہ رضؓ پر الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے:

"معاویہ رضؓ نے اپنے کچھ منہ چڑھے لوگوں کو رشوتیں دیں جو رسولِ کریمؐ کے اصحاب تھے اور ان کو معاویہؓ نے کفریہ جعل سازی میں لگایا۔ ان قابلِ نفرت لوگوں میں ابوہریرہؓ اور مغیرہ ابنِ شعبہؓ نمایاں ہیں۔ ان لوگوں نے معاویہؓ کی رہنمائی میں عقائد و اعمال، متن حدیث اور بنیادی اصول میں بدعنوانی کا ور ولنزہ کھولا، مجموعی حیثیت سے ان کی دروغ گوئی کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے انھیں راویوں کی اچھی خاصی تعداد مل گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جعلی احادیث بازار میں بھر گئیں۔"[1]

ترغیب و ترہیب

وضع حدیث کا ایک عمومی محرک ترغیب و ترہیب رہا ہے، یعنی نیکیوں پر رغبت دلانے اور گناہ کے کاموں سے باز رکھنے اور اچھے اعمال کی فضیلت اور بُرے اعمال کی قباحت بیان کرنے کے لیے بھی حدیث وضع کی جاتی رہی ہے۔ دوسروں کی اصلاح کرنا اور نیکیوں کو رواج دینا یقیناً امورِ دین میں سے ہے اور قابلِ تعریف ہے، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ کوئی بُرا کام ہوتے دیکھے تو اسے روکنے کی کوشش کرے اور جس شخص کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ نہ ہو وہ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بہت سے سادہ لوح دین داروں نے جب یہ دیکھا کہ بہت سی ایسی چیزیں رائج ہو چکی ہیں جو دین کے منافی ہیں اور بہت سے دینی اعمال ایسے ہیں جن کو لوگ چھوڑتے جا رہے ہیں تو انھوں نے ان اعمال کی فضیلت بڑھانے کے لیے حدیث وضع کرنی شروع کر دیں تاکہ لوگ ان کی طرف راغب ہوں، اس طرح دین کی اشاعت کے لیے نیک نیتی کے ساتھ خود دین کو نقصان پہنچایا گیا اور یہ سادہ لوح یہ سمجھا کیے کہ "انھم یحسنون صنعا" وہ اچھا کام انجام دے رہے ہیں۔

اس جذبہ کے ساتھ حدیث وضع کرنے والوں میں غلام خلیل مشہور تھا۔ یہ عابد و زاہد

---

[1] H. M. Balyuzi, Mohammed and the Course of Islam, P. 92.

متقی اور گوشہ نشین سمجھا جاتا تھا، اپنی ظاہری شکل وصورت اور دین داری کی وجہ سے عوام میں اس قدر مقبول تھا کہ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے غم میں اہل عراق نے بازار بند کر دیے۔ اس شخص نے اوراد و وظائف کے فضائل میں بہت سی روایات وضع کیں۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ احادیث جو آپ بیان کرتے ہیں کیا "رقائق" سے متعلق ہیں تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کو اس لیے وضع کیا ہے تاکہ لوگوں کے دل رقیق (نرم) ہو سکیں۔[1]

واعظین اور قصہ گو حضرات نے اس قسم کی جعلی روایات کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ واعظین اور قصہ گو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے موضوع احادیث اس لیے بیان کرتے تھے کہ وہ لوگوں کی توجہ اور دلچسپیاں اپنی طرف موڑ سکیں اور ان کو اپنے دام فریب میں الجھائے رکھیں، چونکہ وعظ و قصہ گوئی کی مجالس عوام کے لیے پرکشش ہوتی ہیں اس لیے یہ حضرات اس نفسیاتی کمزوری کا استعمال موضوع احادیث کی ترویج و اشاعت کے لیے کرتے تھے اور مجلس کو گرمانے کے لیے ایک سے ایک نکتے بیان کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ کے ساتھ ایسے ہی واعظ کا ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا۔ یہ دونوں بزرگ محدثین ایک مرتبہ مسجد رصافہ میں نماز ادا کرنے گئے تو دیکھا کہ ایک واعظ کھڑا ہوا اس طرح حدیث بیان کرنے لگا۔ "حدثنا احمد بن حنبل ویحیی بن معین قال حدثنا عبد الرزاق عن قتادۃ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ خلق اللہ من کل کلمۃ طیرا منقارہ من ذھب وریشہ من مرجان"[2]

"مجھ سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایت کی اور کہا ہم سے عبد الرزاق نے قتادہ سے انس بن مالک کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اللہ اس کے ہر کلمہ سے ایک چڑیا پیدا کرے گا جس کی چونچ سونے کی اور بال و پر مرجان کے ہوں گے۔" اور اس طرح اس واعظ نے بیس اوراق بیان کر دیے۔ نوبت یہ تھی کہ احمد بن حنبلؒ یحییٰ بن معینؒ کو اور وہ احمد بن حنبلؒ کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ یحییٰ بن معینؒ نے

---

[1] قانون الموضوعات والضعفاء ص۲۴۳ [2] جامع الاصول ص۱۳۹

احمد بن حنبلؒ سے کہا، آپ نے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم آج سے پہلے تو میں نے یہ حدیث سنی بھی نہ تھی۔ جب واعظ اپنا وعظ ختم کر چکا تو یحییٰ بن معین نے اس کو بلایا اور کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے آنحضورؐ کی یہ حدیث تو کبھی نہیں سنی اگر تمھارے لیے ایسا کرنا ضروری تھا تو تم کسی اور کی طرف منسوب کر دیتے۔ اس پر واعظ بولا میں اکثر سنتا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے مگر اب یقین ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو واعظ بولا، کیا دنیا میں تم دونوں کے علاوہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل نہیں ہیں، میں نے تو سترہ یحییٰ اور احمد سے روایت کی ہے[۱]

اسی طرح کا ایک دلچسپ واقعہ سلیمان بن مہران الاعمش کے ساتھ پیش آیا جب وہ بصرہ گئے تو ایک قصہ گو کو مسجد میں وعظ کرتے دیکھا وہ اس طرح حدیث بیان کر رہا تھا۔ حدثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی وائل "مجھے اعمش نے بیان کیا اور اس سے ابواسحاق نے ابو وائل کے واسطے سے" یہ سن کر اعمش بیچ میں آگئے اور بغل کا بال اکھاڑنے لگے، اس پر قصہ گو برافروختہ ہوا اور بولا اے شیخ! تجھے شرم نہیں آتی کہ میں تعلیم حدیث میں مشغول ہوں اور تو یہ نازیبا حرکت کر رہا ہے۔ اعمش نے جواب دیا میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ تمھارے عمل سے اچھا ہے، اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اعمش بولے اس لیے کہ میں سنت پر عمل کر رہا ہوں اور تم جھوٹ بول رہے ہو، اعمش تو میں ہوں اور میں نے کبھی تم سے کوئی روایت نہیں کی ہے[۲]

اس قسم کی موضوع روایات فضائل کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں جن میں ترغیب و ترہیب کے نام پر رطب و یابس کو جمع کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ دین کی بڑی خدمت ہو رہی ہے۔

زہاد اور تصوف

وضع حدیث میں قابلِ ذکر حصہ کم علم زاہدوں اور جاہل صوفیوں کا رہا ہے۔ ان حضرات

---

[۱] موضوعات کبیر ص۱۲ [۲] ایضاً ص۱۲

نے بغیر تمیز کے جھوٹی سچی روایات کو رواج دیا۔ مخصوص اعمال و مراسم کی تعلیم کے لیے ہر قسم کی روایات کو بیان کر دیا، عام لوگوں نے ان کی صورت و سیرت اور ظاہری دین داری کو دیکھ کر ان کی روایت کردہ احادیث پر اعتماد کر لیا اور کسی قسم کے شک و شبہ اور نقد و تبصرہ کو مناسب نہ سمجھا اس طرح ذخیرۂ احادیث میں غیر معتبر روایات کا بڑا حصہ ان جاہلوں کے ذریعہ در آیا، چنانچہ محدثین نے ان کو حدیث کے معاملہ میں غیر محتاط قرار دے کر ان کی روایات کو ساقط الاعتبار بنا دیا یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ میں ایک لاکھ دینار کی امانت کے لیے جس آدمی کو صحیح سمجھتا ہوں، ایک حدیث کے لیے اسے امین نہیں سمجھتا[1] ربیعہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہمارے بہت سے سچائی وہ ہیں جن کی دعاؤں کی برکت کے ہم امیدوار ہیں لیکن اگر وہ کسی معاملہ میں شہادت دیں تو ہم ان کی شہادت قبول نہ کریں[2] انس بن مالک مسجد نبویؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ "میں نے ان ستونوں کے نزدیک ستر راویوں کو پایا مگر ان سے حدیث نہیں لی اگرچہ ان کو بیت المال کا امین بنا دیا جاتا تو وہ امانت دار ثابت ہوتے مگر وہ اس عظیم کام کے اہل نہ تھے[3] اسی لیے امام نووی کہتے ہیں کہ:

" الواضعون اقسام اعظمهم ضررا قوم ينسبون الى الزهد وضعوه حسبة[4]

واضعین حدیث کی مختلف قسمیں ہیں مگر ان میں سب سے بڑے نقصان پہنچانے والے وہ لوگ ہیں جن کو زاہد سمجھا جاتا ہے جو اجر آخرت کی نیت سے حدیث وضع کرتے ہیں۔

تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کیجیے تو ایسی روایات اس کثرت سے ملتی ہیں کہ صحیح روایات ان میں گم ہو کر رہ جاتی ہیں، یہ حال صرف ان لوگوں کا نہیں ہے جن کی قرآن و حدیث سے واقفیت کم تھی اور زاہد و صوفی بننے کا شوق زیادہ تھا بلکہ وہ عالم و فقیہ صوفیا بھی اس معاملہ میں انتہائی غیر محتاط ثابت ہوئے تھے جو مزاج شناس شریعت سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ امام غزالی رہ کا پایۂ علم بہت اونچا ہے اور ان کی عظمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے، ان کی

---

[1] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۳۷ [2] ایضاً [3] ایضاً ص۱۳۲

[4] تدریب الراوی (متن) ۱/۲۸۱

کتاب احیاء علوم الدین زہد و تصوف اور دین کی معرکہ آرا کتاب ہے مگر اس کا حال بھی قابلِ اصلاح ہے۔ علامہ سبکیؒ م ۷۷۱ھ نے طبقات الشافعیہ میں امام غزالی رہ کی بے سند احادیث پر مستقل ایک باب باندھا ہے جو سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے [1] اسی طرح شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مجموعۂ ملفوظات، فوائد الفواد، مرتبہ امیر حسن علا سنجری اور افضل الفواد مرتبہ امیر خسرو کا حال بھی یہی ہے۔

دوسری طرف نظامِ تصوف کے پائے چوبیں کے استحکام اور مراسم تصوف کی ترویج کے لیے جاہل صوفیوں نے حدیث وضع کرنے کا سلسلہ شروع کیا، کبھی بزرگوں اور مشائخ کے اقوال کو حدیث بنا کر پیش کر دیا اور کبھی تازہ حدیث وضع کر کے بیان کر دیا۔ چنانچہ ذیل کی چند احادیث سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"کن ذنبا ولا تکن راسا فان الراس یہلک والذنب یسلم" [2]
دُم کی طرح رہو سر کی طرح نہ رہو کیوں کہ سر ہلاک ہو جاتا ہے اور دُم محفوظ رہتی ہے۔

الجلوس مع الفقراء لتواضع ھو افضل الجہاد [3]
فقراء کے ساتھ عاجزی اختیار کرتے ہوئے بیٹھنا افضل جہاد ہے۔

بجلوا المشائخ فان تبجیل المشائخ من تبجیل اللہ" [4]
مشائخ کی تعظیم کرو کیوں کہ مشائخ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

من سرہ ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف [5]
جو اللہ کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتا ہے وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھے

السلامۃ فی العزلۃ [6] عافیت گوشہ نشینی میں ہے۔

لا تطعنوا علی اھل التصوف والخرق [7] اہلِ تصوف اور اہلِ خرقہ پر طعن نہ کرو

الابدال فی ھذہ الامۃ ثلثون مثل ابراھیم خلیل اللہ [8]
ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح اس امت میں تیس ابدال ہیں۔

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴/ ص ۱۸۲-۱۴۵ . [2] المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲۰۱ [3] کشف الخفاء ومزیل الالباس حدیث ص ۱۰۵۷

[4] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص ۲۸ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۲/ ۲۲۷ [5] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۱۵۶

[6] المقاصد الحسنۃ ص ۱۱۵ [7] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/ ۳۵۰ [8] المقاصد الحسنۃ ص ۳

علامہ سخاویؒ کہتے ہیں:

"الابدال له طرق عن انس مرفوعا بالفاظ مختلفة كلها ضعيفة" [1]

ابدال کے بارے میں انس بن مالک سے مختلف طریقوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی روایتیں ہیں سب ضعیف ہیں۔

لبس الخرقة الصوفية وكون الحسن البصري لبسها من علی [2]

خرقۂ صوفیا کا پہنانا اور یہ کہ حضرت علی رضؓ نے حسن بصریؒ کو پہنایا سراسر غلط ہے۔

خرقۂ صوفیا سے متعلق تمام روایات موضوع ہیں۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں:

"انه ليس في شيء من طرقها ما يثبت ولم يرد في خبر صحيح ولا حسن ولا ضعيف ان النبي صلى الله عليه وسلم البس الخرقة على الصورة المتعارفة بين الصوفية لاحد من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه ان يفعل ذالك وكل ما يروى في ذالك صريحا فباطل [3]

کسی طریقہ سے بھی یہ ثابت نہیں ہے اور نہ کسی صحیح، حسن اور ضعیف روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صوفیاء کے درمیان معروف طریقہ پر کسی صحابہ کو خرقہ پہنایا ہو اور نہ آپؐ نے کسی صحابی کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ جو کچھ اس ضمن میں احادیث بیان کی جاتی ہیں سب باطل ہیں۔

اسی طرح رجال الغیب کا تصور، اوتاد، نجباء، نقباء، غوث اور قطب وغیرہ کی ساری روایات ساقط الاعتبار ہیں، اسی طرح اویس قرنیؒ کی فضیلت کے سلسلے کی روایات بھی ساقط الاعتبار ہیں، ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں:

احاديث الابدال والاقطاب والاغواث والنقباء والنجباء والاوتاد كلها باطلة [4] ابدال، قطب، غوث، نقباء، نجباء اور اوتاد سے متعلق روایات باطل ہیں۔

---

[1] المقاصد الحسنة ص۲   [2] موضوعات کبیر ص۹۱

[3] المقاصد الحسنة ص۱۳۵   [4] المنار المنیف ص۱۳۶

حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم مجلس فقراء ورقص حتی شق قمیصہ[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرا کی مجلس میں تشریف لائے اور رقص کیا، یہاں تک کہ آپ نے آپ نے اپنی قمیص پھاڑ لی۔

یہ روایت کسی ملحد و زندیق کی گھڑی ہوئی ہے یہ نہ صرف شانِ نبوت کے منافی ہے بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کے منافی ہے۔

اس سلسلے کی مزید روایات موضوعات کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

شہرت اور مقبولیت

شہرت و مقبولیت اور نام و نمود کا حصول بھی وضع حدیث کا ایک بڑا سبب تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ ایک زمانہ میں محدث کی بڑی شان ہوا کرتی تھی اور حدیث کی روایت کرنا بڑی عزت اور فخر کا کام سمجھا جاتا تھا، راویوں کی جو قدر اور عزت افزائی ہوتی تھی وہ دوسروں کو ہرگز نصیب نہ تھی، اور ایسے حضرات تو مرجع خلائق تھے جن کے متعلق یہ مشہور ہوتا کہ ان کی سند عالی ہے۔ چنانچہ ایسے محدثین کے پاس طالبینِ حدیث کا اژدہام ہوتا اور شائقین دور دراز کے علاقوں سے لمبا لمبا راستہ طے کر کے ان کے پاس حاضر ہوتے اور حدیث کا درس لیتے، اس معاملہ میں ان کو جتنی مصیبت اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا وہ سب گوارا کرتے۔ ان محدثین کی عزت اور فضیلت صرف ان کے شاگردوں تک محدود نہ ہوتی بلکہ عوام و خواص، امیر و غریب، عالم و جاہل سب ان کا یکساں احترام کرتے، ظاہر ہے کہ اس میں جو کشش ہے وہ دوسری کسی چیز میں نہیں ہو سکتی، اس لیے بہت سے وہ لوگ جو سستی شہرت کے خواہاں ہوتے اور نام و نمود کی لالچ ان کو بے چین رکھتی وہ حدیث کی روایت کرنے لگتے اور جھوٹی روایت ثقہ راویوں کی سند میں ملا کر بیان کرتے تاکہ وہ سچے محدثین کرام کی طرح عوامی مرجعیت کا حق دار سمجھے جائیں۔

ایک بظاہر دین دار بزرگ نے اپنی شہرت کا یہی نسخہ آزمایا تھا اور اس طرح کی چودہ موضوع روایات کے ذریعہ اپنی دوکان شہرت جما رکھی تھی، کچھ دنوں کے بعد انہوں نے ایک اور حدیث

---

[1] موضوعات کبیر ص۱۳۰

وضع کرلی اور اب ان کا سرمایہ پندرہ روایات پر مشتمل تھا۔ کسی نے اس سے دریافت کیا کہ جناب کو گھر بیٹھے یہ روایت کہاں سے ہاتھ آگئی تو مچل کر فرمانے لگے۔ "ممن رزق اللہ عزوجل" یہ تو رزقِ خداوندی ہے۔[1]

واعظین اور قصہ گو حضرات کو بھی زیادہ تر نام و نمود ہی کا جذبہ حدیث وضع کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس علم کی اتنی فضیلت ہو اور اس کے حاملین کی اس قدر عزت افزائی ہو تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اہلِ ہوس کو اس سے زیادہ آسان اور کونسا راستہ دکھائی دے گا کہ وہ محدث نہ سہی تو محدث کی ہیئت ہی اختیار کرلیں۔

میسرہ بن عبدربہ اسی طرح کا ایک فتنہ گر تھا، اس کی شہرت اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مرگیا تو اہلِ بغداد نے اس کے سوگ میں بازار بند کردیئے، مگر حدیث وضع کرنے میں بے باک تھا۔[2]

عجوبہ پسندی

بعد میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے عجیب وغریب قسم کے واقعات اور حکایات بیان کرنے میں لطف آتا تھا، وہ انتہائی قسم کی چونکا دینے والی حدیثیں وضع کرتے تھے اور حدیث بنا کر لوگوں کو سناتے تھے۔ اس سے اس کا مقصد لوگوں کو حیرت واستعجاب میں ڈالنا، محفل کو گرم کرنا، لوگوں میں سنسنی پیدا کرنا اور ان کی نظروں میں جچ جانا تھا۔ جس طرح ہمارے زمانے میں بعض لوگ محیر العقول واقعات، پریوں کے قصے، عجیب وغریب لطیفے، ناقابلِ یقین واقعات بیان کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈالا کرتے ہیں۔ اسی طرح پچھلے زمانے میں بھی یہ حرکت ہوتی تھی اور بہت سے ناہنجار حدیث کے نام پر سب کچھ کرتے تھے، بلکہ آج بھی کرتے ہیں۔ ایسے غرائب کو حدیث بنا کر پیش کرنے میں یہ نفسیات کام کرتی ہے کہ لوگ اسے زیادہ دلچسپی سے سنیں گے، دینی وابستگی اور والہانہ شوق کا مظاہرہ کریں گے اور راوی کی حیثیت جھکلہ باز اور بھانڈ کی نہیں محترم محدث کی ہوگی۔ اس قسم کے

---

[1] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۲۱۴ [2] تدریب الراوی ۱/۲۸۴

واضعین میں ابو علی موسیٰ بن رضا، عباس بن ولید، علی بن علی اللہبی اور قاسم بن بہرام بہت مشہور ہوئے، ان کی لغویات کے کچھ نمونے یہ ہیں:

ان للہ دیکا عنقہ تحت العرش ورجلاہ فی تخوم الارض [1]

اللہ کا ایک مرغا ہے جس کی گردن عرش کے نیچے اور پاؤں زمین کی تہوں میں ہیں۔

" والذی بعثنی بالحق لو یعلم بنو آدم ما فی صوتہ لاشتروا ریشہ ولحمہ بالذھب والفضۃ " [1]

قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر بنو آدم کو معلوم ہو جائے کہ مرغ کی بانگ میں کیا معنویت ہے تو ضرور وہ اس کا گوشت اور بال و پر سونا چاندی کے بدلے خریدیں

لما تجلی اللہ تعالیٰ للجبل طارت لعظمتہ ستۃ اجبل وقعت ثلثۃ بمکۃ وثلثۃ بالمدینۃ [2]

جب اللہ نے پہاڑ پر اپنا جلوہ کیا تو اس کی عظمت کی وجہ سے وہ چھ پہاڑوں میں بٹ گیا، تین تو مکہ میں گرے اور تین مدینہ میں۔

خلق الورد الاحمر من عرق جبریل لیلۃ المعراج وخلق الورد الابیض من عرقی وخلق الورد الاصفر من عرق البراق [3]

معراج کی رات جبریلؑ کے پسینہ سے سرخ گلاب پیدا ہوا، میرے پسینہ سے سفید گلاب اور براق کے پسینہ سے زرد گلاب پیدا ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جبارین کے شہر میں جانے کا حکم دیا تو جوان کے ساتھ تھے وہ چل پڑے تاآں کہ شہر کے قریب رکے اس مقام کا نام اریحہ تھا۔ موسیٰؑ نے بارہ لوگوں کو شہر کی خبر لانے کے لیے بھیجا، وہ لوگ شہر میں داخل ہوئے تو وہ قوم ان کو بڑی عجیب وغریب نظر آئی، لوگ خوب لمبے چوڑے دکھائی دیے تو یہ بارہ کسی کے باغ میں گھس گئے۔

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۵۸ [2] اللآلی المصنوعۃ ۱۲۳/۲

[3] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱۹۳/۱ [4] ایضاً ۱۰۱/۲، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۳۳۶/۲

جب باغ والا پھل توڑنے آیا تو اس نے ان کے نقوش پا دیکھے اور ان کو تلاش کرنے لگا جب کوئی ہاتھ آجاتا اسے اپنے دامن میں پھل کے ساتھ رکھ لیتا۔ یہاں تک کہ بارہ کے بارہ کو اس نے اٹھا کر رکھ لیا اور اپنے سردار کے پاس جا کر دامن کو پھیلا دیا[1]

قرآن کی تلاوت اور تفسیر

وضع حدیث کے بعض محرکات نیک تھے مگر یہ نیک محرکات ایک غلط کام کے لیے تھے ان نیک محرکات میں قرآن کی تلاوت اور تفسیر بھی ہے، لوگوں میں قرآن کی تلاوت کا ذوق پیدا کرنے کے لیے آیات اور سورتوں کی فضیلت میں لوگوں نے حدیثیں وضع کیں اور بہت سے مفسرین نے بغیر تحقیق کے اپنی تفاسیر میں اُن کو شامل کر لیا۔ اس طرح قرآن کی فضیلت اور تفسیر کے ذیل میں بہت سی موضوع روایات رائج ہو گئیں۔ تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کیجیے تو ہر سورہ کے فضیلت میں جو بے شمار احادیث ملتی ہیں ان میں سے اکثر بے بنیاد ہیں۔ امام ابن تیمیہ رہ لکھتے ہیں۔

وفی التفسیر من هذه الموضوعات قطعة کبیرة مثل الحدیث الذی یرویه الثعلبی الواحدی والزمخشری فی فضائل سور القرآن سورة سورة فانه موضوع باتفاق اهل العلم[2]

تفسیر قرآن میں ان موضوعات کا بڑا حصہ شامل ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کی فضیلت کے بارے میں جو روایات زمخشری، واحدی[3] اور ثعلبی[4] بیان کرتے ہیں وہ اہل علم کے نزدیک متفقہ طور پر موضوع ہیں۔

علامہ سیوطی رہ کہتے ہیں کہ:

اما الحدیث الطویل فی فضائل القرآن سورة سورة فانه موضوع[5]

وہ طویل حدیث جو قرآن کی الگ الگ سورتوں کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے وہ موضوع ہے۔

---

[1] موضوعات کبیر ص۱۱۱ [2] فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۳/۳۵۴، تدریب الراوی ۱/۲۸۹ [3] واحدی نے البسیط، الوسیط اور الوجیز کے ناموں سے تین تفسیریں لکھی ہیں اور ان تینوں کا مجموعہ "الحاوی لجمیع المعانی" ہے۔ کشف الظنون ۱/۴۶۰

[4] ثعلبی کی تفسیر کا نام الکشف والبیان ہے، کشف الظنون ۲/۱۴۸۰ [5] تدریب الراوی ۲/۱۵۵

ابن شقیق رہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ کے حوالہ سے بیان کی گئی وہ احادیث جن میں رسولِ کریم ؐ نے فرمایا کہ جس نے فلاں فلاں سورہ پڑھی اس کے لیے یہ اور وہ اجر ہے کے بارے میں عبداللہ بن مبارکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ " ان کو زندیقیوں نے وضع کیا ہے۔ [1]

نوح بن مریم اسی طبقہ کا ایک نمائندہ تھا جس نے فضائل قرآن میں حدیثیں وضع کیں۔ جب اس کی یہ حرکت پکڑی گئی تو معذرت کرتے ہوئے کہا:

" میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اور ابو حنیفہؒ کے فقہ اور ابنِ اسحاق کی مغازی میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں تو میں قرآن کی سورتوں کی فضیلت میں حدیثیں وضع کرنے لگا" [2]

مومل بن اسماعیل کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے قرآنی سورتوں کے فضائل کے بارے میں ابی بن کعب کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ مجھ سے مدائن کے ایک آدمی نے بیان کیا اور وہ ابھی زندہ ہے تو میں مدائن کی طرف چل پڑا اور جا کر اس سے پوچھا تم سے کس نے یہ حدیث بیان کی، اس نے کہا واسط کے ایک شیخ نے اور وہ ابھی زندہ ہے تو میں واسط پہنچا اور اس شخص سے پوچھا تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی تو اس نے جواب دیا عبادان کے ایک شیخ نے، چنانچہ میں عبادان پہنچا اور اس شیخ سے ملا اور پوچھا تم سے کس نے یہ حدیث بیان کی اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک گھر میں لے گیا وہاں صوفیوں کی ایک جماعت تھی اور ان کے درمیان ایک شیخ بیٹھا تھا اس نے اس شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اسی نے۔ جب میں نے اس سے پوچھا یہ حدیث کس نے تم سے بیان کی، وہ بولا کسی نے نہیں۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے دور ہو گئے ہیں تو میں نے خود یہ حدیث وضع کی تا کہ لوگوں کے دل قرآن کی طرف مائل ہوں [3]

اس طرح کی چند موضوع روایات یہ ہیں:

من تعلم القرآن وحفظه ادخله الله الجنة وشفعه فى عشرة من اهل بيته

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۱۷ [2] جامع الاصول ص۱۲۰

[3] الاتقان ۲/۱۵۵، اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۱۸، تدریب الراوی ۱/۲۸۸

كل قد استوجب النار [1]

جس نے قرآن پڑھا اور اسے یاد کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے خاندان کے دس جہنمی لوگوں کے سلسلے میں اس کی سفارش قبول کرے گا۔

ان لكل شئ قلب وقلب القرآن يٰسين من قرأها فكانما قرأ القرآن عشر مرات [2]

ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے جس نے یٰسین پڑھا تو اس نے دس مرتبہ قرآن پڑھا۔

" لكل قوم هاد" ان علی [3] ہر قوم کے لیے رہنما آئے، اس سے مراد علی ہیں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ۔ (بقرہ-۱۴)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ ایک دن نکلا تو صحابہ کی ایک جماعت سے اس کی ملاقات ہوئی تو ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھنا آج میں کس طرح ان بے وقوفوں کو تم سے ٹالتا ہوں، پھر اس نے ابوبکر الصدیق رضؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا، مرحبا اے ابوبکر الصدیق رضؓ بنی تمیم کے سردار اور غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، پھر اس نے حضرت عمر رضؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا مرحبا اے فاروق، پھر اس نے حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑا اور بولا مرحبا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد، اور رسول خدا کے علاوہ بنی ہاشم کے سردار۔ اس کے بعد سب لوگ چلے گئے تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا، دیکھا کس طرح میں نے ان کو بے وقوف بنایا، جب تمہارا ان سے سامنا ہو تو اسی طرح کرنا۔

اس کی روایت سدی کلبی سے کرتے ہیں اور کلبی ابوصالح سے ابن عباس کے حوالہ سے کرتے ہیں۔ ابن حجر نے کشاف کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے کہا کہ یہ سلسلۃ الذھب

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۸۰ [2] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۰۲

[3] فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۳/۳۵۴

نہیں بلکہ سلسلۃ الکذب ہے۔ اس روایت کا جھوٹ ہونا واضح ہے کیوں کہ سورہ بقرہ ہجرت کی ابتدا میں نازل ہوئی اور حضرت علی رضؓ و فاطمہ رضؓ کا نکاح ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔ اس روایت کو ثعلبی، واحدی، زمخشری، اور نسفی وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے۔[۱]

اعطوا اعینکم حظھا من العبادۃ النظر فی المصحف والتفکر فیہ الاعتبار عند عجائبہ[۲]

اپنی آنکھوں کو اس کی عبادت کا حصہ دو، اس طرح کہ تم قرآن کو دیکھو، اس میں غور کرو اور اس کے عجائبات سے عبرت حاصل کرو۔

کچھ اور اسباب

موضوع احادیث کی روایت اور اشاعت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بسا اوقات راوی کو حدیث رسولؐ اور دوسرے کے اقوال میں تمیز نہیں رہتی تھی، حدیث دیگراں کو نادانی سے حدیث رسول سمجھ لیا جاتا تھا۔ اس طرح نادانستہ موضوع احادیث کی روایت ہوتی تھی، زہاد اور صوفیاء و حکمائیں بہت سے کلام اسی طرح حدیث کی حیثیت سے معروف ہوئے، شیخ نے کچھ فرمایا اور متوسلین نے اسے حدیث سمجھ کر چلتا کر دیا۔

کبھی ایسا ہوتا کہ حدیث کی روایت کے دوران کوئی اور واقعہ رونما ہوتا، حدیث بیان کرنے والا جملہ معترضہ کے طور پر کچھ بیان کرتا اور اسے سننے والا حدیث کے ساتھ جوڑ دیتا اور اعتماد کے ساتھ حدیث کی طرح اس کی بھی روایت کرتا۔ مثلاً ایک مرتبہ ثابت بن موسیٰ زاہد شریک کے پاس گیا اس وقت وہ کسی کو حدیث بایں سند املا کرا رہے تھے۔ "حدثنا الاعمش عن ابی سفیان عن ابی جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اتنا کہہ کر شریک چپ ہو گئے تاکہ لکھنے والا لکھ لے، پھر ان کی نظر ثابت پر پڑی تو بر ملا کہا "من کثرت صلاتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار"[۳] رات کو جو نماز زیادہ پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ خوبصورت

---

[۱] اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر ص۳۱۲، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۱۵، الکشاف ۱/۲۵

[۲] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۴/۸۸ — [۳] مقدمۃ ابن صلاح ص۲۱۴

ہوتا ہے۔ اس سے مقصد ثابت کی عبادت اور دین داری کا اعتراف تھا۔ ثابت نے یہ سمجھا کر جو سند ابھی املا کرائی گئی ہے اس کی حدیث (متن) یہی ہے، پھر انھوں نے حدیث کی طرح اسے روایت کرنا شروع کر دیا اور ابن ماجہ نے اسے یوں نقل کیا۔

عن الاعیل الطلحی عن ثابت بن موسی العابد الزاھد عن شریك عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعا من کثرت صلاتہ باللیل حسن وجھہ بالنہار [۱]

موضوعات کی اشاعت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بعض اوقات راوی ضعفا اور کذابوں سے روایت کرتا مگر ان کا نام سند سے حذف کر کے سلسلہ اوپر سے جوڑ دیتا۔ مثلاً ابراہیم بن ہدبہ اپنے شیخ کے واسطے سے حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت کرتا تھا اور اس کا شیخ کبھی تو حضرت انس رضؓ سے براہِ راست روایت کرتا تھا اور کبھی شریک کے واسطے سے۔ ایک مرتبہ وہ براہِ راست حضرت انس رضؓ سے روایت کر رہا تھا تو کسی نے کہا شاید یہ روایت تم نے شریک سے لی ہے تو اس نے جواب دیا میں تم سے سچ سچ بتا دیتا ہوں۔ سمعت ھذا عن انس بن مالك عن شریك [۲] میں نے یہ حدیث انس بن مالک سے سنی ہے اور انھوں نے شریک سے۔ گویا اس نے ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے دوسرے جھوٹ کا ارتکاب کیا اور صحابی کی روایت تابعی سے ثابت کر دی۔ ابن صلاح کہتے ہیں۔

ومنھم من لا یضع متن الحدیث ولکن ربما وضع للمتن الضعیف اسنادا صحیحا مشہوراً [۳]

ان واضعین میں کچھ لوگ ایسے تھے جو حدیث وضع نہیں کرتے تھے مگر کمزور حدیث کے لیے صحیح اور مشہور سند وضع کرتے تھے۔ اس ضمن میں یہ بھی ہوتا کہ جھوٹا راوی موضوع حدیث کو ثقہ راویوں کی حدیث میں داخل کر دیتا پھر وہ حدیث ثقہ راوی کی حدیث سمجھ کر روایت کی جاتی۔ مثلاً معمر کا ایک بھتیجا رافضی تھا۔ اس نے معمر کے نسخہ میں زہری، عبیداللہ اور عبداللہ بن

---

[۱] تدریب الراوی ۱/۲۸۸

[۲] اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۴۷ [۳] مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۳

عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت شامل کر دی۔

نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی علی فقال انت سید فی الدنیا سید فی الآخرۃ ومن احبک فقد احبنی وحبیبی حبیب اللہ وعدوک عدوی وعدو اللہ"[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا، علی رضی اللہ عنہ! تم دنیا اور آخرت کے سردار ہو جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وہ میرا اور اللہ کا دوست ہے اور جو تمھارا دشمن ہے وہ میرا اور اللہ کا دشمن ہے

پھر اس روایت کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالہ سے بیان کر دیا۔

اسی طرح عبداللہ بن صالح ایک ثقہ راوی تھا مگر اس کا پڑوسی حدیث وضع کرتا تھا اور اس کے رسم خط کے مشابہ جھوٹی احادیث لکھ کر اس کی کتاب میں رکھ دیتا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ میری ہی تحریر ہے اور اسے اپنی روایت سمجھ کر بیان کر دیتا تھا۔[2]

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی واعظ دوران وعظ حدیث بیان کرنے میں غلطی کرتا پھر اس کی توجیہ کرنے کے لیے ایک دوسری حدیث وضع کرتا یعنی ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے دوسرے جھوٹ کا ارتکاب کرتا۔ مثلاً ایک مرتبہ محمد بن علی المذکر نامی ایک پیشہ ور واعظ نے دوران وعظ ایک حدیث سنائی " قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم" زرعنا تزداد حنا" ہماری کھیتی میں مہندی زیادہ ہوتی ہے، لوگ حیران ہوئے کہ یہ کونسی حدیث ہے اور اس کا کیا مطلب ہے، اس پر واعظ نے ایک طویل قصہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی علاقہ کے لوگ اپنی زرعی پیداوار کا عشر اور صدقہ ادا نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کھیتی میں غلہ کی جگہ مہندی ہونے لگی اور وہ شکایت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے کہ ہم نے کھیتی کی مگر وہ مہندی بن گئی، اسی قول کو گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل فرمایا ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ دراصل " زرغبا تزدد حبا" والی حدیث کو غلط پڑھنے کا نتیجہ تھا۔ اس کا مطلب ہے وقفہ سے ملا کرو محبت میں اضافہ ہوگا۔[3]

---

[1] تدریب الراوی ۲۸۶/۱ [2] اللآلی المصنوعۃ ۱۲۳/۲ [3] تدوین حدیث ص ۸۹-۱۸۸

علامہ ابن جوزیؒ نے کتاب الموضوعات کے مقدمہ میں ان راویوں کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں جن کی مرویات میں جھوٹی، موضوع اور مقلوب روایات شامل ہیں۔

(۱) وہ لوگ جن پر زہد وتقشف کا غلبہ ہوا اور وہ حدیث کے حفظ وتمیز سے غافل ہو گئے ان میں میں وہ لوگ بھی ہیں جن کی بیاض جل گئی یا ضائع ہو گئی اور وہ اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنے لگے اور اس میں ٹھوکر کھائی، کبھی مرسل کو مرفوع بنا دیا، کبھی موقوف کو مسند کر دیا، کبھی اسناد میں الٹ پھیر کر دی، اور کبھی ایک حدیث کو دوسری حدیث میں شامل کر دیا۔

(۲) وہ لوگ جو نقل وترقیم کی مدد سے محروم رہے، نتیجہ میں حدیث بیان کرنے میں غلطیاں زیادہ کیں اور اسی طرح ٹھوکر کھائی جس طرح پہلی قسم کے راویوں نے کھائی۔

(۳) وہ لوگ جو اگرچہ خود ثقہ تھے لیکن آخری عمر میں ان کی عقل جواب دے گئی، نتیجہ میں روایات میں انھوں نے خلط ملط کر دیا۔

(۴) وہ لوگ جن پر غفلت طاری ہو گئی ان میں سے کچھ تو وہ ہیں کہ جو ان سے بیان کر دیا جاتا وہ اسے بیان کر دیتے، کوئی حدیث وضع کر کے دیدیتا تو اسے بیان کر دیتے بغیر یہ جانے ہوئے کہ یہ حدیث بھی ہے یا نہیں اور حدیث بھی کس طرح کی ہے اور ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان لوگوں سے روایت کرتے جن سے ان کا سماع نہ ہوتا اور یہ سمجھتے کہ روایت کے لیے ملاقات ضروری نہیں صرف معاصرت کافی ہے۔ (جیسا کہ حدیث معنعن کے سلسلے میں محدثین کہتے ہیں۔

(۵) وہ لوگ جو جان بوجھ کر موضوع حدیث بیان کرتے۔ ان میں تین طرح کے لوگ ہیں

(الف) جو کسی غلط روایت کو نادانی کے باعث درست سمجھ لیتے اور جب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی تو اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے اپنی غلط روایت کے صحیح ہونے پر اصرار کرتے۔

(ب) جو ضعفا اور جھوٹے راویوں سے دانستہ روایت کر لیتے اور ان کے نام بدل دیتے تاکہ روایت قبول کر لی جائے۔

(ج) جو دیدہ ودانستہ حدیث وضع کرتے، کبھی موضوع سند اور کبھی موضوع متن [1]

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۴۷

عبداللہ بن محمد کے بارے میں احمد سلیمانی کہتے ہیں۔

"کان یضع ھذا الاسناد علی ھذا المتن وھذا المتن علی ھذا الاسناد وھذا ضرب من الوضع"[1]

وہ کبھی اس متن کے لئے وہ سند وضع کرتا اور کبھی اس سند کے لئے یہ متن وضع کر دیتا، یہ بھی وضع حدیث کی ایک قسم ہے۔

امام رقبہ ابوجعفر الہاشمی المدنی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

"کان یضع احادیث کلام حق ولیست من احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان یرویھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"[2]

وہ اچھے کلام کو حدیث بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیتا تھا جب کہ وہ حدیث نہیں ہوتی۔

ابان بن ابو عیاش کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں کہ

"کان ابان من العباد الذی یسھر اللیل بالقیام ویطوی النھار بالصیام سمع عن انس احادیث وجالس الحسن فکان یسمع کلامہ ویحفظ فاذا حدث ربما جعل کلام الحسن عن انس مرفوعا وھو لا یعلم"[3]

ابان ان بندوں میں تھا کہ رات کو نوافل کا اہتمام کرتا اور دن کو روزہ رکھتا تھا، وہ انس بن مالک سے حدیث سنتا اور حسن بصری کی مجلس میں بیٹھتا ان کے کلام کو غور سے سنتا اور اسے یاد کر لیتا اور جب حدیث بیان کرتا تو بعض دفعہ حسن بصری کے کلام کو انس کی مرفوع حدیث بنا دیتا اور اسے اس کا شعور تک نہ ہوتا۔

---

[1] میزان الاعتدال ۲/۴۷

[2] مسلم، باب الاسناد من الدین

[3] میزان الاعتدال ۱/۷

تیسرا باب

موضوع احادیث کی علامات

موضوع احادیث اور محدثین کی خدمات

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخیرۂ احادیث میں جو جعلی روایات شامل کی گئیں، ان کی نشان دہی کرنا اور ان کو چھانٹ کر الگ کرنا یقیناً ایک دشوار اور وقت طلب کام ہے اور اس کے لیے سرمایۂ احادیث پر گہری نظر، رسولِ کریمؐ کے حالاتِ زندگی سے مکمل واقفیت آپؐ کے معمولات سے مکمل آگہی، اور احکامِ شرعیہ میں سچی بصیرت کی ضرورت ہے۔ محدثین کرامؒ نے اس سلسلہ میں جس محنت اور جاں فشانی سے احادیث کی تخریج کی، ان کے اصول متعین کیے۔ معیار اور مقیاس وضع کیے وہ ناقابلِ فراموش اور حیرت انگیز ہیں، ان حضرات نے اپنی بساط کے مطابق ایسا کوئی کمزور پہلو نہ چھوڑا جس کے ذریعہ کذابوں، دجالوں اور فتنہ پردازوں کو اپنی مکروہ کوششیں جاری رکھنے کا موقع ملتا اور موضوع روایات کو صحیح احادیث ثابت کرنے کی سہولت حاصل ہوتی، ان کی محنت وخدمت ہی کا تو نتیجہ ہے کہ ہم آج اعتماد کے ساتھ حدیثِ رسولؐ کے درس وتدریس سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور سنت ثابتہ پر عمل کرتے ہیں۔
ان محدثینؒ نے خاص طور پر ان احادیث کی چھان پھٹک پر زیادہ زور دیا جن کا تعلق، قانون واحکام اور تشریعی امور سے تھا۔ تاکہ اسلامی قوانین اللہ اور اس کے رسولؐ کے مرضی کے

مطابق مدون ہوں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ

"جس وقت سے جعلی احادیث ظاہر ہونی شروع ہوئیں اسی وقت سے محدثین اور ائمہ مجتہدین اور فقہا نے اپنی تمام کوششیں اس بات پر مرکوز کر دیں کہ یہ گندا نالہ اسلامی قوانین کے سوتوں میں نفوذ نہ کرنے پائے۔ ان کوششوں کا زیادہ تر زور ان احادیث کی تحقیقات پر صرف ہوا ہے جن سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا تھا[1]۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

"جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام اور سنن و احکام سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں سختی برتتے ہیں اور جب فضائل اعمال سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں نرمی برتتے ہیں[2]"

حدیث رسول سے والہانہ عقیدت اور شبانہ روز کی مناسبت نے ان کے اندر اتنا ملکہ پیدا کر دیا تھا کہ ان کے سامنے جب کوئی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر آتی تو ان کو اس کی صحت اور سقم کا اندازہ ہو جاتا جس طرح ایک جوہری کسی پتھر کو دیکھ کر اس کے ہیرا یا خزف ریزہ ہونے کا اندازہ اس ملکہ کی بنا پر کر لیتا ہے جسے وہ مدتوں اس میدان میں لگانے کے بعد حاصل کرتا ہے۔ یہی معاملہ محدثین کرام کا احادیث نبوی کے ساتھ ہوتا ہے گویا ان کے رگ و ریشہ میں حدیث کی خوشبو بسی ہوتی ہے۔ ان کے رگ و پے میں خون کی طرح گردش کرتی ہے اور ان کے فکر و خیال پر حدیث ہی حدیث چھائی ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگ دامان حدیث کو موضوعات کے بدنما داغوں سے بچا سکتے ہیں۔ اور کذابوں سے فرمان رسول کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ ابن قیم الجوزیہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ سند کو دیکھے بغیر کسی موضوع حدیث کو کسی قاعدہ سے جان لینا ممکن ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ:

"یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے، یہ وہی شخص جان سکتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور اس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں اور ان پر اسے ملکہ حاصل

---

[1] سنت کی آئینی حیثیت ص۲۴۳ [2] کتاب الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۳۴

ہوگیا ہو سنن اور آثار کو پہچاننے میں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پہچاننے میں
جس کا حکم حضور ﷺ دیتے تھے اور جس سے منع فرماتے تھے، جس بات کی خبر دیتے
تھے، جس کی طرف بلاتے تھے، جس چیز کو پسند کرتے تھے اور جس چیز کو بُرا
سمجھتے تھے اور جس کی امت کو تعلیم دیتے تھے ان سب کو جاننے میں اسے
شدید اختصاص ومہارت حاصل ہوگئی کہ گویا وہ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
ملا ہوا ہے۔ اس قسم کا انسان، آنحضور ﷺ کے احوال، ہدایت کلام اور اقوال و
افعال کو جانتا ہے۔" [1]

ابن دقیق العید نے اسی ملکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کثیرا ما یحکمون بذالك ای بالوضع باعتبار امور ترجع الی المروی و
الحاصل انهم لکثرة ممارستهم لالفاظ الحدیث حصلت لهم هیئة
نفسانیة وملکة قویة یعرفون بها ما یجوز ان یکون من الفاظ النبی
صلی الله علیه وسلم ومالا یجوز" [2]

محدثین بسا اوقات کسی روایت کے موضوع ہونے کا فیصلہ روایت کے احوال کی بنا پر کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ حدیث سے بکثرت مناسبت وممارست ہونے کی وجہ سے ان کو ایک روحانی ہیئت اور قوی ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کے ذریعے وہ پہچان لیتے ہیں کہ کون سے الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہو سکتے ہیں اور کون سے نہیں۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں ایک شخص وضع حدیث کے جرم میں گرفتار کر کے لایا گیا تو ہارون رشید نے اسے قتل کر دینے کا حکم دے دیا، اس پر مجرم نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ان چار ہزار روایات کی نشان دہی کون کرے گا جن کو میں نے وضع کر کے عوام میں رائج کر دیا ہے۔ ان روایات میں میں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے۔ اس پر خلیفہ نے کہا کہ عبداللہ ابن مبارک اور ابن اسحاق الفزاری حرف حرف الگ کر دیں گے [3]

---

[1] المنار المنیف ص ۴۴، موضوعات کبیر ص ۱۰۳

[2] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۱۱۱ — [3] تہذیب التہذیب ۱/۱۵۲

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت کے فیضان سے براہ راست تربیت پانے والی اور اس کی رہنمائی اور نور ہدایت سے بلاواسطہ منور ہونے والی شخصیت کے قول و عمل اور فکر و خیال میں جو بلندی ہوگی وہ کسی اور کے اندر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ایسی ذات کی لسان صدق مقال اور اس کے ادا کردہ جملوں اور الفاظ میں جو حکمت، دانائی، معنویت، بصیرت، گہرائی اور عظمت ہوسکتی ہے وہ کسی اور کے کلام میں نہیں ہوسکتی۔ رسول کریمؐ کے کلام میں وحی الٰہی کی خوشبو ہوتی ہے جب کہ عام انسانوں کے کلام میں وہ بات نہیں ہوتی۔ اس لیے عام حالات میں نبی پاکؐ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنا دوسرے انسان کی طرف منسوب کرنے سے کسی نہ کسی درجہ میں مختلف ضرور ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ فرق و امتیاز اسی شخص پر واضح ہوسکتا ہے جس پر سیرت و سنت نبویؐ آئینہ کی طرح روشن ہو، اکثر یہ ہوتا ہے کہ موضوع احادیث کا ہر جملہ اپنی تکذیب کی طرف اشارہ کرتا ہے، اپنی اصلیت کی نمائندگی کرتا ہے اور لسان نبوت کے رمز شناس اور مزاج نبوت کے آشنا کو آگاہ کرتا ہے۔ ربیع بن خثیم نے صحیح حدیث کے سلسلے میں کہا ہے کہ:

له ضوء كضوء النهار [1] — دن کی روشنی کی طرح اس کی روشنی ہوتی ہے

اور موضوع حدیث کے سلسلے میں کہا ہے:

له ظلمة كظلمة الليل [2] — اس کی تاریکی رات کی تاریکی کی طرح ہوتی ہے

ابن قیم الجوزیہ موضوع حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

والاحاديث الموضوعة عليها ظلمة وركاكة ومجازفات بارزة تنادى علو وضعها واختلاقها على رسول الله صلى الله عليه وسلم [3]

موضوع احادیث میں ایک خاص طرح کی کھلی ہوئی سطحیت، بے تکاپن اور تاریکی ہوتی ہے جو اس کے موضوع اور جعلی ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

موضوع روایت کی پہچان کے دو اصول ہیں۔ ایک روایت یعنی سند حدیث کی معرفت، دوسرے

---

[1] تدریب الراوی ۱/۲۷۵ — [2] ایضاً، علوم الحدیث و مصطلحہ ص۲۶۴

[3] المنار المنیف ص۱۴

درایت یعنی متن حدیث کی معرفت۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سلسلہ روایت میں سقم ہوتا ہے اگرچہ متن میں وضع کی علامت نہیں ہوتی اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

سند میں وضع کی علامت

محدثین نے اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے نام پر پورا ایک فن ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حدیث کا راوی کون ہے، اس کی ثقاہت کیا ہے، اس کے حالات کیا ہیں، حدیث کی روایت میں اس کا درجہ کیا ہے اور اس کی بیان کردہ روایت کس درجے میں رکھے جانے کی مستحق ہے۔ اس اصول کے تحت علامات وضع یہ ہیں:

۱۔ راوی حدیث وضع کرنے کا خود اعتراف کرے کہ اس نے فلاں فلاں حدیث وضع کی ہے۔ مثلاً ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے قرآن کی سورتوں میں حدیث وضع کرنے کا اعتراف کیا۔ عبدالکریم بن ابی العوجاء نے چار ہزار حدیثیں وضع کرنے کا اعتراف کیا۔ اسی طرح ابوشیبہ کا بیان ہے کہ ایک شخص میرے آگے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری مغفرت فرما اور میرا خیال ہے کہ تو ایسا نہیں کرے گا۔ میں نے کہا اے شخص، تیری مایوسی تیرے گناہ سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں نے کہا اپنا ماجرا بتاؤ۔ تو اس نے کہا میں نے پچاس احادیث وضع کرکے لوگوں میں رائج کر دی ہیں اور اب میرے بس میں نہیں کہ ان کو لوٹاؤں[۱]

عباسی خلیفہ مہدی نے کہا کہ ایک مرتبہ ایک زندیق نے میرے سامنے اقرار کیا کہ اس نے چار سو احادیث وضع کرکے رائج کر دی ہیں[۲]

۲۔ حدیث کا راوی جھوٹ میں مشہور ہو اور اس کی روایت کوئی ثقہ راوی نہ کرتا ہو۔ مثلاً یہ روایت۔

بجلوا المشائخ فان تبجیل المشائخ من تبجیل اللّٰہ[۳]

مشائخ کی تعظیم کرو کیوں کہ مشائخ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

---

[۱] دراسات فی الجرح والتعدیل ص۹۵

[۲] موضوعات کبیر ص۱۴۳ [۳] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۱

اس حدیث کا راوی منحر بن محمد المروزی الحاجبی ایک جھوٹا آدمی تھا اور اس حدیث کی روایت کسی ثقہ راوی نے نہیں کی۔

اسی طرح یہ حدیث:

سیکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس[1]

عنقریب میری امت میں محمد بن ادریس نامی ایک شخص ہوگا وہ میری امت کے لیے شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔

اس کا راوی مامون کذاب تھا۔

۲۔ راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو، نہ وہ اس کا معاصر ہو یا وہ اس کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو، یا جس جگہ حدیث سننے کا دعویٰ کیا وہاں وہ نہ گیا ہو۔ مثلاً مامون بن احمد الھروی نے دعویٰ کیا کہ اس نے ہشام بن عمار سے فلاں حدیث سنی تو حافظ ابن حبان نے اس سے پوچھا کہ تم شام کب گئے تھے؟ اس نے کہا ۲۵۰ھ میں، اس پر ابن حبان نے کہا تم جس ہشام سے روایت کرنے کے مدعی ہو وہ ۲۴۵ھ میں انتقال کر گئے تھے[2]

اسی طرح عبداللہ بن اسحاق کرمانی نے محمد بن یعقوب سے روایت کا دعویٰ کیا تو اس سے کہا گیا کہ تمہاری پیدائش سے ۹ نو سال قبل محمد بن یعقوب کا انتقال ہو چکا تھا۔

عنبر بن معدان الکلاعی کہتے ہیں کہ عمر بن موسیٰ حمص آیا تو ہم اس کے ساتھ مسجد میں جمع ہوئے۔ اس نے کہا مجھ سے بیان کیا تمہارے صالح شیخ نے، اور جب بار بار یہ جملہ کہا تو میں نے پوچھا، شیخ صالح کون ہیں؟ ان کا نام بتاؤ تاکہ ہم ان کو جانیں؟ اس نے جواب دیا کہ خالد بن معدان ہیں، میں نے پوچھا کس سال تمہاری ملاقات ہوئی، تو بولا ۱۰۸ھ میں، میں نے پوچھا کہاں؟ تو وہ بولا آرمینیہ کے جہاد میں، میں نے کہا شیخ اللہ سے ڈرو، خالد بن معدان ۱۰۴ھ میں وفات پا گئے اور تم دعویٰ کرتے ہو کہ ان کی وفات کے چار سال بعد ان سے ملے ہو، پھر انھوں نے جہادِ روم میں تو حصّہ لیا جہاد آرمینیہ میں کبھی نہیں[3]

---

[1] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۱۰۱ — [2] ایضاً ص۱۰۲

[3] کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص۱۵۱

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ "جب سے راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کیا ہم نے ان کے لیے تاریخ کا استعمال شروع کر دیا۔"[1]

۴۔ بعض اوقات وضع حدیث کا فیصلہ راوی کی حالت اور اس کے پیشہ، ہنر اور عمل کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حاکم نے سیف بن عمر تمیمی سے روایت کی کہ ہم لوگ سعد بن ظریف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس وقت اس کا بیٹا ہاتھ میں کتاب لیے روتا ہوا آیا تو اس نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ بچے نے جواب دیا کہ استاد نے مارا ہے۔ اس پر وہ بولا کہ آج میں اُسے رسوا کروں گا کیونکہ مجھ سے عکرمہ نے بحوالہ ابن عباس بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلمو صبیانکم شرارکم اقلهم رحمة لليتيم واغلظهم على المساكين[2] تمہارے بچوں کے معلمین بدترین لوگ ہوں گے، یتیم پر کم رحم کریں گے اور مسکینوں پر سخت ہوں گے۔ یا مثلاً یہ حدیث کہ۔ الهريسة تشد الظهر۔ ہریسہ کمر کو مضبوط کرتا ہے۔ اس کا راوی محمد بن حجاج ہریسہ فروش تھا۔[3]

۵۔ راوی اہلِ بدعت ہو اور اپنے مسلک کی حمایت میں حدیث بیان کرتا ہو مثلاً خارجیہ، مرجیہ، معتزلہ، کرامیہ اور قرامطہ وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو اور اس کی دعوت دیتا ہو مثلاً یہ حدیث:

"سمعت عليا قال عبدت الله مع رسوله قبل ان يعبده احد من هذه الامة خمس سنين او سبع سنين"[4]

حضرت علیؓ کہتے تھے کہ میں نے رسولِ کریمؐ کے ساتھ اللہ کی عبادت اس امت کے افراد سے پانچ یا سات سال پہلے کی۔

اس حدیث کا راوی حبہ بن جوین تھا۔ اس کے متعلق ابنِ حبان کہتے ہیں کہ: "كان غاليا في التشيع" وہ غالی شیعہ تھا۔

واضح رہے کہ محدثین نے داعی اہلِ بدعت اور غیر داعی اہلِ بدعت میں فرق کیا ہے[5] اور خود امام بخاریؒ نے بہت سے ایسے شیوخ سے روایت کی ہے جو بدعتی گروہوں سے تعلق رکھتے تھے[6]

---

[1] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۱۹ — [2] تدریب الراوی ۱/۲۸۰، موضوعات کبیر ص۴۹

[3] ایضاً ص۱۱ — [4] اللآلی المصنوعۃ ۱/۳۲۶

[5] کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۲۰ — [6] تکمیل الارشاد، مولفہ عبداللطیف رحمانی

بدعتی کے سلسلہ میں اکثر محدثین کا موقف یہی ہے کہ اگر وہ داعی بدعت نہ ہو تو اس کی روایت قابلِ قبول ہے! امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ بھی اس کی روایت کو قابلِ قبول سمجھتے ہیں بشرطیکہ اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اور نہ وہ جھوٹ کو جائز سمجھتا ہو۔ جب کہ امام مالکؒ قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ایسے بدعتی کی بھی روایت قابلِ قبول نہیں جس کی تکفیر نہیں کی گئی ہے لہ سلسلہ اسناد کی ضرورت بھی اہلِ سنت واہلِ بدعت کی روایات میں تمیز کرنے کے لیے ہی پیش آئی تھی۔ چنانچہ ابنِ سیرینؒ فرماتے ہیں۔

"پہلے زمانوں میں لوگ اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے مگر جب فتنہ پیدا ہونے لگا تو لوگ اسناد کے بارے میں سوال کرنے لگے تاکہ اہلِ سنت کی حدیث بیان اور قبول کریں اور اہلِ بدعت کی چھوڑ دیں" ٢ہ

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ:

"الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء" ٣ہ

اسناد دین کا جزو ہیں اگر اسناد نہ ہوتے تو جس کے جی میں جو کچھ آتا کہہ دیتا۔

مگر مفسدین نے جب یہ دیکھا کہ حدیثوں کی جانچ پڑتال کے لیے سلسلہ سند کا اصول موجود ہے تو انھوں نے فرضی اسناد بنانا شروع کر دیے، چنانچہ ابو حاتم البستی کہتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ نماز کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور اس طرح حدیث بیان کرنے لگا۔ "حدثنا ابو خلیفہ حدثنا ابو الولید عن شعبہ عن قتادہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قضی لمسلم حاجۃ" جب وہ حدیث بیان کر چکا تو میں نے اسے بلایا اور پوچھا کیا تم نے ابو خلیفہ کو دیکھا ہے؟ وہ بولا نہیں، میں نے کہا جب تم نے ان کو دیکھا نہیں تو ان سے روایت کس طرح کرتے ہو؟ وہ بولا یہ بحث ہمارے ساتھ مروت کی کمی کی بنا پر ہے میں نے اس سند کو یاد کر لیا ہے جب بھی میں نے کوئی حدیث سنی تو اس سند کے ساتھ جوڑ دیا۔ ٤ہ

سلسلہ اسناد کی جانچ اور تحقیق قرآن کی حسبِ ذیل آیت کی روشنی میں مقرر کی گئی ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (الحجرات، ٦)

لہ لسان المیزان ۱/ ۱۰   ٢ہ کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۶۲

٣ہ معرفۃ علوم الحدیث ص٦، کتاب الامداد ص٣   ٤ہ علوم الحدیث ومصطلحہ ص۲۹۰، اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۲۵

متن میں وضع کی علامت

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سند میں کلام کی گنجائش نہ ہو مگر بیان کی جانے والی روایت فی الواقع حدیث رسول نہ ہو، اس لیے درایت کے اصول کے ذریعہ کبھی حدیث کے صحیح اور موضوع ہونے کی پہچان کی جاتی ہے، چنانچہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ "قد یکون الاسناد کلہ ثقات ویکون الحدیث موضوعا"[1] کبھی اسناد کے ثقات پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی حدیث موضوع ہوتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حدیث ابن عمر وھم غلط وانہ لا یصح معناہ وان کان اسنادہ صحیحا[2] حدیث ابن عمر وہم اور غلط ہے اس کے معنی درست نہیں اگرچہ اس کے اسناد درست ہیں۔

یہ اصول تحقیق خود قرآن کریم سے مستفاد ہے۔ جب منافقین نے حضرت عائشہ رض پر الزام لگایا تھا اور اس خبر کو پھیلانے میں بعض صحابہ رض بھی نادانی کا شکار ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رض کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (النور - ۱۶)

جب تم نے یہ بات سنی تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ بات کہنا مناسب نہیں آپ کی ذات اس الزام سے پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

اصول روایت کی رو سے راویوں کے نام اور ان کی ثقاہت کے بارے میں پہلے تحقیق ہوتی مگر اس افواہ کے پھیلانے میں غیر ثقہ منافقین ہی نہ تھے ثقہ صحابہ بھی تھے، جیسے مسطح بن اثاثہ رض اور حسان بن ثابت رض لیکن قرآن نے درایت کے اس اصول کی طرف توجہ دلائی کہ اس خبر کے سنتے ہی تردید ہونی چاہیے تھی کہ یہ الزام اس لائق ہی نہ تھا کہ اس کے بارے میں مزید کچھ سوچا جا سکتا تھا۔ اصول درایت کے تحت معاون علامات یہ ہیں:

۱۔ حدیث کے متن میں رکاکت اور سطحیت ہو، یہ رکاکت لفظی بھی ہو سکتی ہے اور معنوی بھی۔

---

[1] کتاب الموضوعات، الباب الثالث [2] الاستیعاب ۲/۴۶۶

لفظی رکاکت کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں کوئی واضح خرابی ہو جس کی توقع کسی فصیح و بلیغ انسان سے نہ کی جا سکتی ہو چہ جائے کہ فصحائے عرب کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے، اور معنوی رکاکت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی غلطی ہو جو کسی عالم اور خدا ترس سے متصور نہ ہو کجا کہ ہادی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ علماء حدیث نے معنوی رکاکت کو لفظی رکاکت کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں۔

"المدار فی الرکۃ علی رکۃ المعنی فحیثما وجدت دلت علی الوضع وان لم یضم الیہا رکۃ اللفظ لان ھذا الدین کلہ محاسن والرکۃ ترجع الی الرداءۃ واما رکاکۃ اللفظ فقط فلا تدل علی ذالک لاحتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیح نعم ان صرح بانہ من لفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکاذب"[1]

رکت کا مدار رکت معنی پر ہے جہاں یہ سطحیت پائی جائے گی موضوع کی علامت ہوگی اگرچہ اس کے ساتھ لفظی رکت نہ پائی جائے، کیوں کہ یہ دین تمام محاسن ہے اور رکت عیب ہے۔ جہاں تک لفظی رکت کا سوال ہے تو صرف یہ موضوع کی علامت نہیں کیوں کہ اس بات کا پورا احتمال ہے کہ روایت بالمعنی ہو اور حدیث کے الفاظ غیر فصیح الفاظ سے بدل دیئے گئے ہوں، ہاں اگر راوی یہ صراحت کرے کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تو ضرور جھوٹا ہوگا۔

۲۔ حدیث عقل صریح کے خلاف ہو جس کی تاویل نہ کی جا سکتی ہو، مثلاً یہ روایت

"ان سفینۃ نوح طافت بالبیت سبعا وصلت عند المقام رکعتین"[2]

نوح علیہ السلام کی کشتی نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھی۔

واضح رہے کہ علماء حدیث نے محال عقلی اور محال عادی میں جو فرق کیا ہے اگر اسے پیش نظر نہ رکھا گیا تو اس دورِ عقلیت (RATIONALISM) میں معجزات اور مابعد الطبیعات

---

[1] تدریب الراوی ۱/۲۷۱ [2] علوم الحدیث ومصطلحہ ص ۲۸۴

وغیرہ سے متعلق صحیح احادیث بھی لوگوں کے فکری و ذہنی چوکھٹہ (PARADIGM) میں فٹ نہ ہونے کی بنا پر موضوع قرار پائیں گی۔ اور اصولِ دین کو بھی ناقص عقل کی خراد پر چڑھایا جائے گا۔

۳۔ حدیث واقعہ اور تاریخ کے خلاف ہو، مثلاً

رد الشمس علی علی[1] حضرت علیؓ پر سورج کو ڈوبنے کے بعد لوٹا دیا گیا۔

حمل علی باب خیبر[2] حضرت علیؓ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔

۴۔ محسوسات و مشاہدات کے خلاف ہو۔ مثلاً عوج بن عنق کے بارے میں ہے کہ

ان طولہ ثلاثۃ الاف ذراع و ثلاث مائۃ و ثلاثۃ و ثلاثین[3]

اس کی لمبائی تین ہزار تین سو تینتیس گز تھی۔

اور یہ کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو آسمان میں ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی، جب سے مخلوق کی لمبائی برابر گھٹ رہی ہے[4]۔

"ان الارض علی صخرۃ والصخرۃ علی قرن ثور فاذا حرك الثور قرنہ تحرکت الصخرۃ فتحرکت الارض وھی الزلزلۃ"[5]

زمین چٹان پر ہے اور چٹان بیل کی سینگ پر، جب بیل اپنی سینگ کو ہلاتا ہے تو چٹان ہلتی ہے جس سے زمین ہلتی ہے اسی کا نام زلزلہ ہے۔

۵۔ قرآنی آیات کے خلاف ہو۔ مثلاً

ولد الزنا لا یدخل الجنۃ[6] ولد زنا جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ قرآن کی آیت " وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (کوئی کسی کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گا)" کے خلاف ہے۔

۶۔ "ان المیت ینضح علیہ الحمیم ببکاء الحی"[7]

مُردہ کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا، یہ بھی مذکورہ آیت کے خلاف ہے

۱۔ المقاصد الحسنۃ ص۲۱۱ ۲۔ ایضاً ص۹۲ ۳۔ موضوعات کبیر ص۱۱۱ ۴۔ ایضاً ص۱۱۲

۵۔ ایضاً ۶۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۳۲۹ ۷۔ علل الحدیث ۱/۳۵۱

۶۔ سنت ثابتہ کے خلاف ہو، مثلاً

اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق نحنوا بہ حدثت اولم[1]

جب تم سے کوئی حدیث بیان کی جائے جو حق کے موافق ہو تو اسے قبول کرلو خواہ میں نے کہی ہو یا نہیں۔

یہ مشہور حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[2] کے خلاف ہے۔

"رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل متکئا[3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھاتے دیکھا۔

یہ مشہور حدیث " لا اکل وانا متکئ"[4] (میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا) کے خلاف ہے۔

الاکل فی السوق دناءۃ[5] بازار میں کھانا کمینگی ہے۔

یہ مشہور حدیث کنا ناکل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب"[6] (ہم عہد رسالتؐ میں چلتے ہوئے کھاتے پیتے تھے) کے خلاف ہے۔

۷۔ متفقہ طبی اور علمی کلیہ کے خلاف ہو، مثلاً

یا حمیرا لا تغتسلی بماء الشمس فانہ یورث البرص[7]

اے حمیرا (عائشہ) سورج کے گرم پانی سے غسل نہ کرو کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔

"اللحم ینبت اللحم من ترک اللحم اربعین یوما ساء خلقہ[8]

گوشت کھانے سے گوشت بڑھتا ہے جس نے چالیس دن تک گوشت کھانا چھوڑ دیا اس کا جسم خراب ہو جائے گا۔

۸۔ حکمت واخلاق کے عام اصولوں کے منافی ہو اور بے تکی ہو

عقولهن فی فروجهن[9] عورتوں کی عقل ان کی شرم گاہوں میں ہوتی ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنہ ص۱۲ [2] بخاری و مسلم [3] الاباطیل والمناکیر ۲/۲۰۷

[4] بخاری مسلم [5] تمییز الطیب من الخبیث ص۲۵ [6] ترمذی

[7] المنار المنیف ص۶۰ [8] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۴۶ [9] المقاصد الحسنہ ص۱۰۱

لو کان الرز رجلا لکان حلیما ما اکل جائع الا اشبعہ[۱]

چاول اگر آدمی ہوتا تو بردبار ہوتا جس نے اسے کھایا اس کو آسودہ کر دیا۔

اربع لایشبعن من اربع ارض من مطر وانثی من ذکر وعین من نظر وعالم من علم[۲]

چار چیزیں چار چیزوں سے آسودہ نہیں ہوتیں، زمین بارش سے، عورت مرد سے، نگاہ نظارہ سے، عالم علم سے۔

۹۔ اللہ جل شانہٗ کے مرتبہ وشان کے منافی ہو۔

ان اللہ خلق خیلا فاجراھا فعرقت فخلق نفسہ من ذالک العرق[۳]

اللہ نے گھوڑا پیدا کیا اور اسے دوڑایا جب اس کے پسینہ نکلا تو اس سے خود کو پیدا کیا۔

ان اللہ اشتکت عیناہ فعادتہ الملئکۃ[۴]

اللہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی تو فرشتوں نے عیادت کی۔

"خلق اللہ الملئکۃ من شعر ذراعیہ وصدرہ"[۵]

اللہ نے فرشتوں کو اپنے سینے اور بازو کے بال سے پیدا کیا۔

۱۰۔ شانِ نبوت کے منافی ہو۔

الدیک الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدوی[۶]

سفید مرغا میرا دوست اور میرے دوست کا دوست اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یطیر الحمام[۷]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبوتر اڑاتے تھے۔

---

[۱] موضوعات کبیر ص۶۱ [۲] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۰۹ [۳] الاباطیل والمناکیر ۱/۵۶

[۴] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص۹۹ [۵] ایضاً

[۶] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۲ [۷] موضوعات کبیر ص۱۲۱، المقاصد الحسنۃ ص۱۰۳

۱۱۔ روایت فی نفسہ باطل اور واہیات ہو۔ مثلاً

"اکرموا البقرۃ فانہا سیدۃ البہائم ما رفعت طرفہا الی السماء منذ عبد العجل"[۱]

گائے کی عزت کرو کیونکہ وہ چوپائے کی سردار ہے، جب سے بچھڑے کی عبادت کی گئی اس نے اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا۔

"المجرۃ التی فی السماء من عرق الافعاء التی تحت العرش"[۲]

آسمان میں جو پانی کا شکیزہ ہے وہ عرش کے نیچے سانپ کے پسینہ سے ہے۔

"النطفۃ التی تخلق منہا الولد ترعد لہا الاعضاء والعروق کلہا اذا خرجت ووقعت فی الرحم"[۳]

جس نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس سے اعضا اور رگیں کانپتی ہیں جب وہ نکلتا ہے اور رحم میں داخل ہوتا ہے۔

(۱۲) چھوٹے عمل پر عظیم اجر اور چھوٹے گناہ پر عذاب الیم کی وعید ہو، مثلاً

"من قال لا الٰہ الا اللہ خلق اللہ من تلک الکلمۃ طائرا لہ سبعون الف لسان لکل لسان سبعون الف لغۃ یستغفرون اللہ"[۴]

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس کے کلمہ سے اللہ ایک چڑیا پیدا کرتا ہے جس کی ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان کی ستر ہزار بولیاں ہیں وہ ان سے اس شخص کے لیے استغفار کرتی ہے۔

(۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تکلم عجمی زبان میں ثابت کیا جائے، مثلاً

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر علی قوم یبنون حائطا فقال نیک نیک می کنند"[۵]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو دیوار کھڑی کر رہے تھے، آپ نے فرمایا "نیک نیک می کنند"

۱؎ موضوعات کبیر ص۱۲۱ ۲؎ ایضاً ص۱۰۹ ۳؎ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۲۲

۴؎ موضوعات کبیر ص۱۰۱ ۵؎ تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۱۶

صاحب سفر السعادۃ نے لکھا ہے:

"باب تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفارسی مثل العنب دو ویا سلیمان شکمت درد لم یصح" [۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فارسی زبان میں کلام کرنا مثلاً عنب دو، اے سلمان شکمت درد وغیرہ درست نہیں ہے۔

(۱۴) روایت میں کسی زبان یا قوم کی مذمت ہو، مثلاً

"ابغض الکلام الی اللہ الفارسیۃ وکلام الشیاطین الخوزیۃ وکلام اھل النار النجاریۃ" [۲]

سب سے بُری زبان اللہ کے نزدیک فارسی ہے، شیطانوں کی زبان خوزیہ ہے اور دوزخیوں کی زبان نجاریہ ہے۔

"ان اللہ اذا رضی انزل الوحی بالعربیۃ واذا غضب انزل الوحی بالفارسیۃ" [۳]

اللہ جب خوش ہوتا ہے تو عربی میں وحی نازل کرتا ہے اور جب ناراض ہوتا ہے تو فارسی میں وحی نازل کرتا ہے۔

"زیدیۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم" [۴]

زیدیہ اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں:

"احادیث ذم حبشۃ والسودان کلھا کذب ومنھا ذم الترک واحادیث ذم الخصیان واحادیث ذم الممالک" [۵]

حبشہ، سوڈان، ترک، ہجڑے اور غلاموں کی مذمت میں ساری روایات گھڑی ہوئی ہیں

۱؎ موضوعات کبیر ص۵۵، تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۱ ۲؎ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۱۳ ۳؎ ایضاً
۴؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۴۲، المقاصد الحسنہ ص۱۱۱ ۵؎ موضوعات کبیر ص۱۱۹، المنار المنیف ص۲۴

(۱۵) مختلف پیشہ اختیار کرنے والوں کی مذمت ہو۔

"اذا کان یوم القیمة نادی مناد اینما خونة اللہ فی الارض فیوتی بالخیاطین والصارفة والحاکة"[۱]

قیامت کے دن ندا دینے والا پکارے گا کہ زمین میں اللہ کی خیانت کرنے والے کہاں ہیں تو ٹھٹیروں، صرافوں اور جلاہوں کو پیش کیا جائے گا۔

"لاتستشیروا الحجامین والحاکة ولاتسلموا علیہم"[۲]

سینگی لگانے والوں اور کپڑا بننے والوں سے مشورہ نہ کرو اور نہ ان کو سلام کرو۔

"یخرج الدجال ومعہ سبعون الف حائك"[۳]

دجال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار جولاہے ہوں گے۔

"بخلاء امتی الخیاطون"[۴] میری امت کے بخیل درزی ہیں۔

ابن قیم الجوزیہؒ کہتے ہیں کہ:

"حدیث ذم الحاکة والاساکفة والصراغین او صنعة من الصنائع المباحة کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انالا یذم اللہ ورسولہ الصنائع المباحة"[۵]

پارچہ بافوں، موچیوں اور سناروں یا مباح دست کاروں میں سے کسی دستکار کی مذمت کرنے والی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول جائز دست کاریوں کی مذمت نہیں کرتے۔

(۱۶) روایت میں قومی اور نسلی یا لسانی یا گروہی عصبیت کی تعلیم ہو، مثلاً

"العرب بعضہا لبعض اکفاء والاحائك اوحجام"[۶]

عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں سوائے پارچہ بافوں اور سنگی لگانے والوں کے۔

---

[۱] کنز العمال کتاب البیوع المکاسب المحظورة ۴/۲۳ [۲] تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۳۶
[۳] میزان الاعتدال ۱/۱ [۴] تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۳۱ [۵] المنار المنیف ص۱۰۰، موضوعات کبیر ص۱۱
[۶] علل الحدیث ۱/۴۱۲

"العرب سادات العجم" [۱] عرب عجم کے سردار ہیں

"جور الترک ولا عدل العرب" [۲] ترکوں کا ظلم اور نہ عربوں کا عدل

(۱۷) مستقبل کے بارے میں تاریخ اور وقت کی تعیین کے ساتھ پیش گوئی ہو، مثلاً

"اذا انکسف القمر فی المحرم کان الغلاء والقتال وشغل السلطان واذا انکسف فی صفر کان کذا وکذا" [۳]

جب محرم میں چاند گہن ہو تو گرانی ہوگی قتل وقتال ہوگا۔ بادشاہ پریشان ہوگا اور اگر صفر میں چاند گہن ہو تو ایسا اور ایسا ہوگا۔

"عند راس مائة يبعث الله ريحا باردة يقبض الله فيها روح كل مومن" [۴]

سو سال پورا ہونے پر اللہ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس میں وہ ہر مومن کی روح قبض کرے گا۔

"انا واصحابی اهل ایمان وعمل الی اربعین واهل بر وتقوی الی ثمانین واهل تواصل وتراحم الی العشرین ومائة واهل تقاطع وتدابر الی الستین ومائة ثم الهرج" [۵]

میں اور میرے صحابہ چالیس سال تک ایمان وعمل والے ہوں گے، اسّی سال تک نیکی اور تقویٰ والے ہوں گے، ایک سو بیس سال تک باہمی صلہ رحمی کرنے والے اور محبت کرنے والے اور ایک سو ساٹھ سال تک قطع تعلق اور نفرت کرنے والے اور اس کے بعد اضطراب اور بے چینی کا دور دورہ ہوگا۔

(۱۸) جس واقعہ کو عام ہونا چاہیے اور لوگوں کی بڑی تعداد کو اس کا علم ہونا چاہیے وہ عام لوگوں میں معروف نہ ہو کر صرف چند لوگوں کے درمیان معروف ہو، مثلاً غدیر خم کا واقعہ جس میں اہلِ تشیع کے بقول حجۃ الوداع سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر

---

[۱] موضوعات کبیر ص۵۵ [۲] ایضاً ص۳۶ [۳] ایضاً ص۱۱۱

[۴] المنار المنیف ص۱۱۱ [۵] ایضاً ص۱۱۱

حضرت علی رضؓ کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی حالاں کہ صحابہ رضؓ کی بڑی تعداد آپؓ کے ساتھ تھی مگر اس واقعہ کا کسی نے ذکر نہیں کیا تو کیا یہ سمجھا جائے جیسا کہ الزام ہے صحابہ نے کتمان سے کام لیا؟ ظاہر ہے یہ حضرات اہلِ تشیع کی ذہنی اختراع ہے نہ کہ تاریخی واقعہ۔

(۱۹) مختلف دنوں اور مہینوں کی نماز اور اس کی فضیلت کی تعلیم ہو، مثلاً

جمعہ، سنیچر، اتوار، پیر اور جمعرات کی راتوں کی نماز، صلوٰۃ مکوس، صلوٰۃ رغائب، صلوٰۃ اویس، شعبان کی نماز، رجب کی نماز، عید الفطر کے بعد کی نماز کے سلسلہ میں جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔ علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں:

"لا یصح فی صلوۃ الاسبوع شئی"[1]

ہفتہ کی نماز کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

ابن قیم جوزیہ کہتے ہیں:

"احادیث صلوٰۃ الایام واللیالی کصلوۃ یوم الاحد ولیلۃ الاحد ویوم الاثنین ولیلۃ الاثنین الی آخر الاسبوع کل احادیثھا کذب"[2]

راتوں اور دنوں کی نمازیں مثلاً شنبہ کی رات اور دن کی نماز، یک شنبہ کی رات اور دن کی نماز اسی طرح ہفتہ کے دن اور رات کی نماز کے بارے میں ساری روایات جھوٹی ہیں۔ مثلاً

"من صلی لیلۃ الاحد اربع رکعات یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب مرۃ وقل ھواللہ خمس عشر مرۃ"[3]

جو شنبہ کی رات کو چار رکعات نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور پندرہ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے پندرہ مرتبہ قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کا ثواب دے گا، اور وہ اپنی قبر سے اس طرح نکلے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کی چاند کی طرح روشن ہوگا۔ اللہ اسے ہر رکعت کے بدلے میں موتیوں کے ایک ہزار شہر دے گا۔ ہر شہر میں زبرجد کے ایک ہزار

---

[1] تذکرۃ الموضوعات طفتنی ص۴۱ [2] المنار المنیف ص۹۵ [3] ایضاً ص۴۲

محمل ہوں گے۔

(۲۰) روایت میں خضر کے زندہ ہونے کی بات کہی جائے۔ مثلاً

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی المسجد فسمع کلاما من ورائہ فذھبوا ینظرون فاذا ھو الخضر" [1]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے اس وقت آپ نے اپنے پیچھے کوئی آواز سنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھنے گئے تو وہ خضر تھے۔

خضر کے زندہ ہونے اور لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایات کا موضوع ہونا کئی اعتبار سے ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ" (الانبیاء ۳۴) (ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی) دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ارایتکم لیلتکم ھذہ فان علی راس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی علی ظھر الارض ممن ھو الیوم علیھا احد" [2]

آج کی شب جو مجھ پر واضح ہوا وہ تم کو بتا دوں، آج سے سو سال کے پورا ہونے پر ہر وہ شخص مر جائے گا جو آج روئے زمین پر موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ اس میں حضرت خضر بھی شامل ہیں، ان کے لیے کوئی استثنا نہیں، اولاً وہ زندہ نہیں رہے اور تھے بھی تو یقیناً وفات پا گئے۔

تیسرے یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے جب خضر کی زندگی کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا ان کی زندگی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے، ان کی شاگردی کرتے اور ان کے ساتھ جہاد کرتے [3]

چوتھے یہ کہ یہ سمجھ میں آنے والی بات بھی نہیں کہ کوئی بنی آدم ہمیشہ کے لیے زندہ رہے، یہ طبعی قوانین اور مشاہدہ و عقل کے بالکل خلاف ہے، ابن قیم جوزیہ نے خضر کی حیات کے خلاف دس عقلی شواہد قائم کیے ہیں [4]

---

[1] المنار المنیف ص ۶۷ [2] بخاری کتاب العلم [3] المنار المنیف ص ۶۸ [4] ایضاً ص ۷۲ - ۷۷

(۲۱) روایت میں پھولوں کی اہمیت وفضیلت کی تعلیم ہو۔ مثلاً

"الورد الابیض خلق من عرقی" [۱] سفید گلاب میرے پسینے سے پیدا ہوا۔

"ادهنوا بالبنفسج فانه بارد فی الصیف وحار فی الشتاء" [۲]

بنفشہ کا روغن استعمال کرو کیوں کہ وہ جاڑے میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا ہوتا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں:

"احادیث فضائل الازهار کحدیث فضل النرجس والورد والمرزنجوش والبنفسج والبان کلها کذب" [۳]

(۲۲) کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم آثار وقرائن سے لگایا جاتا ہے مثلاً یہ حدیث کہ "وضع الجزیة عن اهل خیبر" اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا تھا متعدد وجوہ سے موضوع ہے۔

اوّل۔ اس میں حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت کا ذکر ہے جب کہ وہ اس سے پہلے غزوۂ خندق میں وفات پا چکے تھے۔

دوم۔ اس میں معاویہؓ بن سفیان کے لکھنے کا تذکرہ ہے جب کہ وہ طلقاء میں سے تھے اور فتح خیبر کے بعد فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے۔

سوم۔ جزیہ کا حکم اس وقت نافذ نہیں ہوا تھا اور نہ صحابہؓ اور اہل عرب اسے جانتے تھے۔ یہ تبوک کے بعد نازل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاری، یمن کے یہود سے جزیہ وصول کیا تھا۔

چہارم۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ان سے خدمت اور بیگار لینے سے معاف رکھا، حالاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا رواج ہی نہ تھا۔

پنجم۔ ان سے عہد لازم نہیں کیا تھا بلکہ کہا تھا جب تک ہم چاہیں گے اسے باقی رکھیں گے پھر ان سے جزیہ کیسے معاف ہو سکتا تھا۔ جو کہ ذمیوں سے عہد لازم کے بعد لیا جاتا ہے۔

---

[۱] موضوعات کبیر ص۹۱ [۲] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۶۱

[۳] المنار المنیف ص۱۳۰، موضوعات کبیر ص۱۳۶

ششم۔ اس واقعہ کا علم تمام صحابہ کو ہونا چاہیے تھا بلکہ صحابہ، تابعین اور ائمہ حدیث کو بھی ہونا چاہیے تھا، پھر یہود ہی اس کے جاننے اور نقل کرنے میں منفرد کیوں رہے۔

ہفتم۔ اہلِ خیبر نے کوئی احسان نہیں کیا تھا بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے پر آئے تھے پھر کیسے ان سے جزیہ معاف ہو سکتا تھا۔

ہشتم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے دور دراز کے علاقوں سے تو جزیہ وصول کیا تو اس کو معاف کیسے کر سکتے تھے جب کہ یہ محارب اور دشمن بھی تھے۔

نہم۔ اگر ان سے جزیہ معاف ہوتا تو اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے بہی خواہ اور مسلمانوں کے دوست ہوتے حالاں کہ ان کی سازش و عداوت کے نتیجے میں کچھ دنوں کے بعد ان کو ملک بدر کر دیا گیا جب کہ ان کے ساتھ یہ سلوک روا نہ ہوتا۔

دہم۔ اگر یہ درست ہوتا تو صحابہ، تابعین اور فقہا اس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرتے [۱]

مذکورہ علامات ابنِ قیم جوزیہ کی المنار المنیف، ملا علی قاری کی موضوعات کبیر اور دیگر کتب موضوعات میں مذکور ہیں جن سے صحیح اور موضوعات احادیث کی پہچان کے سلسلے میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جو روایت قرآن، سنت، عقل، مشاہدہ، اخلاق و ادب، اصولِ عام اور مزاج دین کے منافی ہو وہ یقیناً ناقابلِ اعتبار ہے۔ علامہ ابن جوزی نے ایک جامع بات یہ کہی ہے:

"اذا رأیت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع" [۲]

جب تم کسی حدیث کو دیکھو کہ وہ معقول سے متباین، منقول کے مخالف اور اصول سے متناقض ہے تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔

بلکہ حضرت علی رضؓ نے ایک نہایت ہی قیمتی بات فرمائی ہے:

"حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ" [۳]

لوگوں سے ان کے فہم و عرفان کے مطابق حدیث بیان کرو کیا تم پسند کرو گے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تکذیب ہو۔

---

[۱] موضوعات کبیر ص۱۱۹، المنار المنیف ص۱۰۲ [۲] تدریب الراوی ۲۷۷/۱

[۳] بخاری، کتاب العلم

چوتھا باب

موضوع روایات

عقائد سے متعلق موضوع روایات

(۱) "یوم جبریل بکل غداة فیدخل بحر النور فینغمس فیہ انغماسة ثم یخرج فینتفض انتفاضة سبعین الف قطرة یخلق اللہ تعالیٰ من کل قطرة ملکاً"[1]

جبریل ہر صبح اللہ کے حکم سے نور کے سمندر میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں ڈبکی لگاتے ہیں، پھر اس سے نکل کر باہر آتے ہیں، پھر اپنے پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرات نکلتے ہیں اور اللہ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔

حافظ عبد الغنی ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ روایت متعدد طرق سے بیان کی جاتی ہے مگر اس کا انتساب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی سند سے بھی درست نہیں ہے

(۲) "اہل علم کے درمیان مشہور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رویا صادقہ کا زمانہ نزول وحی کے دنوں میں چھ ماہ تک رہا۔ علامہ تورپشتی نے صراحت کی ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اور امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس کی تائید کی ہے"[2]

رویا صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی یہ بات غلط ہو سکتی ہے، لیکن یہ درست ہے کہ غار حرا میں جبریلؑ کے وحی لانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رویا صادقہ کا نزول ہوتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے وضاحت فرمائی ہے[3]

۳۔ "بروایت عبد اللہ بن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قول بغیر عمل کے قبول نہیں کرتا اور عمل بلا نیت قبول نہیں کرتا اور قول، عمل و نیت کو اسی وقت قبول کرتا ہے جبکہ قرآن و سنت کے موافق ہوں"

---

[1] المغنی عن الحفظ والکتاب ص۱۰ [2] المصنوع فی احادیث الموضوع ص۱۰۹
[3] بخاری، کیف کان بدء الوحی

یہ حدیث بنیں ہے، اس کے راوی احمد بن الحسن بن ابان مصری کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث چراتا تھا اور ابن حبان کہتے ہیں کہ کذاب اور دجال ہے حدیث وضع کرتا تھا اور ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ امام ثوری کا قول ہے۔[۱]

(۴) "ان اللہ عزوجل ینزل فی کل لیلۃ جمعۃ الی دار الدنیا فی ستمائۃ الف ملک فیجلس علی کرسی من نور وبین یدیہ لوح من یاقوتۃ حمراء فیہ اسماء"[۲]

اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کی رات کو چھ لاکھ فرشتوں کے ساتھ دار دنیا پر اترتا ہے، نور کی کرسی پر بیٹھتا ہے اس کے ساتھ سرخ یاقوت کی تختی ہوتی ہے، اس میں امتِ محمدی کے نام اور صورتیں ہوتی ہیں۔ وہ فرشتوں کے روبرو ان ناموں پر فخر کرتا ہے۔

زرقانی نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے، ابو السادات کذاب نے اسے وضع کیا ہے۔

(۵) "لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء السابعۃ قال لہ جبریل رویدا فان ربک یصلی قال وھو یصلی قال نعم"[۳]

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو جبریلؑ نے کہا ٹھہریے آپ کا رب نماز میں مشغول ہے، آپؐ نے حیرت سے پوچھا نماز میں مشغول ہے؟ جبریلؑ نے کہا ہاں۔

یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے اور بالکل فضول ہے، اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ معبودیت سے مقام عبودیت پر اتر آئے اور اپنی بندگی کرنے لگے۔

(۶) "رأیت ربی فی المنام فی احسن صورۃ شابا موفرا رجلاہ فی خضرۃ علیہ نعلان من ذھب علی وجھہ فراش من ذھب"[۴]

میں نے بحالت خواب اپنے رب کو ایک خوبصورت اور معزز نوجوان کے روپ میں دیکھا ہے، اس کے پاؤں ایک سبزہ میں تھے جن میں سونے کا جوتا ہے اور اس کے چہرے پر سونے کا پردہ تھا۔

یہ روایت بھی واہیات ہے۔ اس کا راوی مروان کذاب تھا۔

---

[۱] میزان الاعتدال ۱/۳
[۲] اللآلی المصنوعہ ۱/۱۶
[۳] ایضاً ۱/۱۲
[۴] ایضاً ۱/۱۵

(۷) "ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب العبد المومن" [۱]

میری وسعت زمین و آسمان سے زیادہ ہے مگر میں بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

یہ روایت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بیان کی ہے اور شاید حدیث ہی سمجھ کر خواجہ میر درد نے اس کو شعری پیکر عطا کیا ہے:

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اس روایت کو امام ابن تیمیہؒ نے اسرائیلیات میں شامل کیا ہے اور علامہ عراقی نے کہا ہے کہ یہ بے بنیاد روایت ہے۔

(۸) "الایمان لا یزید ولا ینقص" [۲] ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں اس کو وضع کرنے والا احمد بن عبداللہ جویباری کذاب ہے۔

(۹) "سبحان اللہ نصف المیزان والحمد للہ ملء المیزان واللہ اکبر ملء السموات والارض ولا الہ الا اللہ لیس دونہا ستر ولا حجاب حتی تخلص الی ربہا" [۳]

سبحان اللہ نصف میزان ہے، الحمد للہ پورا میزان ہے، اللہ اکبر آسمان و زمین کے برابر ہے اور لا الہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جس کے اور خدا کے درمیان کوئی اوٹ اور پردہ حائل نہیں ہے۔

یہ حدیث باطل ہے اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زیاد ہے، امام احمد بن حنبلؒ اسے غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

(۱۰) کل ما فی السموات والارض وما بینہما فہو مخلوق غیر اللہ والقرآن وذالک انہ کلامہ منہ بدأ والیہ یعود [۴]

آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے سوائے اللہ اور قرآن کے، کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے نکلا ہے اور اسی کی طرف لوٹے گا۔

---

[۱] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۱۹۵، موضوعات کبیر ص۲۰

[۲] الاباطیل والمناکیر ۱/۱۸ [۳] ایضاً ص۲۸ [۴] اللآلی المصنوعۃ ۱/۳

(۱۱) "بروایت حضرت علی رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت میں پچاس جائے وقوف ہوں گے اور ہر وقفہ ہزار سال کا ہوگا۔ پہلا وقفہ وہ ہوگا جب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر قبروں کے دروازوں پر ایک ہزار سال تک اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بھوکے پیاسے ہوں گے، جو اپنی قبر سے اٹھے گا اور اللہ، اس کی جنت، جہنم، بعث، قیامت اور تقدیر پر خیر و شر اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوگا وہ نجات پائے گا اور شاد و کامران ہوگا، اور جس نے ان میں سے کسی میں ذرا بھی شک کیا تو وہ بھوکا پیاسا اور تکلیف وغم میں ایک ہزار سال تک پڑا رہے گا یہاں تک کہ اللہ اس کے بارے میں فیصلہ صادر فرمائے، پھر اس مقام سے لوگ محشر کی طرف لے جائے جائیں گے اور وہاں سورج کی تپش میں آگ کی لپٹ میں اپنے پاؤں پر ایک ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور جہنم ان کے دائیں ہوگی۔ اسی طرح حضرت علی رض نے طویل حدیث بیان کی۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا ایک راوی سلام الطویل متروک ہے، دوسرا راوی سلمہ بن صالح غیر معتبر ہے، تیسرا راوی محمد بن خریم کذاب ہے[۱]

(۱۲) "ما انزل اللہ من وحي قط علی نبي الا بالعربیة ثم یکون ھو یبلغہ قومہ بلسانھم[۲]"
اللہ اپنے کسی نبی پر عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں وحی نازل نہیں کرتا پھر وہ نبی اپنی قوم کی زبان میں اسے پہنچاتا ہے۔

یہ حدیث درست نہیں ہے، اور نہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ سارے انبیاء عربی جانتے تھے، ہر قوم میں نبی آئے، لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد ۱۰) اور قرآن کے اعتراف کے مطابق ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا گیا۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (ابراہیم ۱۴)

(۱۳) اللہ اور مخلوق کے درمیان ستر ہزار پردے حائل ہیں اور اللہ کے نزدیک پردہ

۱ھ اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۳۸

۲ھ الاباطیل والمناکیر اول ۶۷

جبریل، میکائیل اور اسرافیل ہیں، ان کے اور اللہ کے درمیان چار پردے ہیں ایک آگ کا پردہ ہے، دوسرا تاریکی کا پردہ ہے، تیسرا بادل کا پردہ ہے چوتھا پانی کا پردہ ہے[1]

یہ بے بنیاد روایت ہے اس کا راوی حبیب وضع حدیث کا مجرم تھا۔

(۱۴) جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی کی تو پہاڑ عظمت باری کی وجہ سے چھ حصے ہو گیا، ان میں تین حصے تو مکہ میں گرے اور تین مدینہ میں[2]

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۵) "الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان"[3]

ایمان دل سے پہچاننے زبان سے اقرار کرنے اور اعضائے بدن سے عمل کرنے کا نام ہے۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ابو الصلت عبد السلام بن صالح متہم بالکذب ہے۔

(۱۶) "لا یکمل عبد الایمان باللہ حتی یکون فیہ خمس خصال التوکل علی اللہ و التفویض الی اللہ والتسلیم لامر اللہ والرضی بقضاء اللہ والصبر علی بلاء اللہ"[4]

کوئی بندہ کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر پانچ چیزیں نہ پیدا ہو جائیں (۱) توکل علی اللہ (۲) اللہ کے حوالہ کر دینا (۳) اللہ کے حکم کی اطاعت کرنا (۴) اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا (۵) اللہ کی آزمائش پر صبر کرنا۔

یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، اور زید بن رفاعہ کی گھڑی ہوئی ہے۔

(۱۷) "کما لا ینفع مع الشرک شئ کذالک لا یضر مع الایمان شئ"[5]

جس طرح شرک کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی۔

یہ حدیث موضوع ہے اس کا راوی منذر کذاب ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۷ [2] ایضاً ص۱۳ [3] ایضاً ص۱۸
[4] ایضاً ص۲۳ [5] ایضاً ص۲۲

(۱۸) "ان للہ دیکا براثنہٗ فی الارض السفلی وعرفہ تحت العرش یصرخ عند مواقیت الصلوٰۃ ویصرخ لہٗ دیك السموات الخ"۔ [1]

اللہ کے پاس ایک مرغا ہے جس کے پاؤں زمین کی تہہ میں اور کلغی عرش کے اوپر ہے وہ ہر نماز کے وقت میں بانگ دیتا ہے، پھر ہر آسمان کے مرغے بانگ دیتے ہیں پھر زمین کے مرغے بانگ دیتے ہیں اور کہتے ہیں "سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح"۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس کا راوی یحییٰ بن زہدم اپنے باپ سے جھوٹی روایات کے نسخہ کی روایت کرتا تھا۔

(۱۹) "خلق اللہ عزوجل الف امۃ منہا ست مائۃ فی البحر واربع مائۃ فی البر فاول شئی یھلك من ھذہ الامم الجراد"۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں، ان میں چھ سو پانی میں ہیں اور چار سو خشکی میں، سب سے پہلے ان امتوں میں سے ٹڈی ہلاک ہوگی۔

یہ روایت موضوع ہے، محمد بن عیسیٰ، ابن منکدر سے عجیب و غریب روایات بیان کرتا تھا۔

(۲۰) للہ ثلاثۃ املاك ملك موکل بالکعبۃ وملك موکل بمسجدی ھذا وملك موکل بالمسجد الاقصیٰ الخ۔ [3]

اللہ کے تین فرشتے ہیں، ایک تو خانہ کعبہ پر مامور ہے، ایک مسجد نبوی پر اور ایک مسجد اقصیٰ پر، جو فرشتہ کعبہ پر مامور ہے وہ ہر دن یہ آواز لگاتا ہے کہ جو اللہ کے فرائض چھوڑتا ہے وہ اللہ کے امان سے نکل جاتا ہے اور جو مسجد نبوی پر مامور ہے وہ ہر روز یہ آواز لگاتا ہے کہ جو شخص سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتا ہے وہ حوض کوثر سے محروم رہے گا اور اسے شفاعت محمدی نصیب نہ ہوگی اور جو فرشتہ مسجد اقصیٰ پر مامور ہے وہ یہ آواز لگاتا ہے کہ جس کا لقمہ حرام ہو اس کا عمل اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔

علامہ ذہبی نے کہا کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۳۶   [2] ایضاً ص۳۴   [3] ایضاً ص۴۰

(۲۱) "لا تضربوا اولادكم على بكائهم فبكاء الصبي اربعة اشهر شهادة ان لا اله الا الله واربعة اشهر الصلوة على محمد صلى الله عليه وسلم واربعة اشهر دعاء لوالديه" [۱]

اپنے بچوں کو رونے پر نہ مارو کیوں کہ چار ماہ تک بچوں کا رونا لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے اور چار ماہ تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے، اور چار ماہ تک والدین کے لیے دعا ہے۔

خطیب کہتے ہیں کہ یہ روایت انتہائی منکر ہے۔

(۲۲) "اذا اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام الحلال" [۲]

جب حلال وحرام جمع ہوں تو حرام حلال پر غالب آتا ہے۔

زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۲۳) "اذا كان آخر الزمان واختلفت الاهواء فعليكم بدين اهل البادية والنساء" [۳]

جب آخری زمانہ آئے اور ہوا وہوس کا دور دورہ ہو تو تمھارے اوپر جنگل کے لوگوں اور عورتوں کا دین اختیار کرنا واجب ہے۔

یہ روایت بے بنیاد ہے۔ اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔

(۲۴) "الدين هو العقل ومن لا دين له لا عقل له" [۴]

دین عقل کا نام ہے جس کا دین نہیں اس کی عقل نہیں۔

امام نسائی رہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔

(۲۵) "اليقين الايمان كله" [۵] یقین تمام ایمان ہے۔

علامہ صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

"ان الله خلق السموٰت والارض يوم عاشوراء" [۶] اللہ نے آسمان وزمین کو عاشورا کے دن پیدا کیا۔

---

[۱] اللآلی المصنوعہ ۱/۵ [۲] المقاصد الحسنۃ ص۱، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۴، ۳۰، کشف الخفا ومزیل الالباس ۲/۱۸۱ [۳] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۷ [۴] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۳۱

[۵] ایضاً ۲/۳۳۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۳۹۶ [۶] المنار المنیف ص۵۲

عبادات سے متعلق موضوع روایات

(۱) "کل بدعة ضلالة الا بدعة فی عبادة" [۱]

ہر بدعت گمراہی ہے سوائے عبادت میں بدعت کے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کی سند میں کذاب لوگ ہیں۔

(۲) "من علامة الساعة التدافع علی الامامة" [۲]

قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ امامت کو لوگ ایک دوسرے پر ٹالیں گے۔ یہ حدیث نہیں ہے۔

(۳) "اذا کان الفیٔ ذراعا ونصفا الی ذراعین فصلوا الظھر" [۳]

جب سایہ ڈیڑھ ہاتھ سے دو ہاتھ ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو۔

ابن حبان نے کہا کہ یہ باطل ہے، اس کا راوی اصرم موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۴) جس نے سبت دو شنبہ کی رات کو چار رکعات نماز پڑھی اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور قل ھو اللہ پچیس مرتبہ پڑھا تو اللہ اس کے جسم کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا [۴]

یہ روایت موضوع ہے اس کے اکثر رواۃ مجہول ہیں اس کا ایک راوی بشر ہے جس سے روایت کرنا جائز نہیں اور احمد بن عبداللہ الجویباری حدیث وضع کرنے میں ماہر تھا۔

(۵) "جس نے رجب کی پہلی رات کو مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعات پڑھیں اور ان میں سورۃ الفاتحہ قل ھو اللہ احد ایک مرتبہ اور دس مرتبہ سلام پھیرا تو تم جانتے ہو کہ اس کا کیا ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کی جان، مال، اہل اور بچوں کا محافظ ہوگا، عذاب قبر سے نجات دے گا اور پل صراط سے برق کی طرح گزرے گا بغیر حساب اور عذاب کے۔" [۵]

یہ روایت بھی موضوع ہے اور اس کے اکثر رواۃ مجہول ہیں۔

---

[۱] موضوعات کبیر ص ۶۱ [۲] تمییز الطیب من الخبیث ص ۲۱۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۳۱۱/۲، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۱۷۵ [۳] المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲ [۴] اللآلی المصنوعۃ ۲/۲ [۵] ایضاً ص ۲۹

(۶) "جس نے نصف شعبان کی شب میں ایک ہزار مرتبہ قل ہو اللہ احد دس رکعات میں پڑھا تو وہ نہیں مرے گا تاآں کہ اللہ اس کے لیے سو فرشتے بھیجے گا۔ تیس تو اسے جنت کی خوش خبری سنائیں گے، تیس اسے عذاب جہنم سے بچائیں گے اور تیس اسے غلطی سے محفوظ رکھیں گے اور دس اس کے دشمنوں کو خاک میں ملائیں گے"[۱]

یہ روایت موضوع ہے اور اس کے بھی اکثر رواۃ مجہول ہیں۔

(۷) "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یصلی ظن الظان انہ جسد لا روح فیہ"[۲]

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سمجھنے والا یہ سمجھتا کہ آپ اس جسم کی طرح ہیں جس میں روح نہیں ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کا راوی جعفر متہم بالکذب ہے۔[۳]

(۸) "نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الانسان الی نائم او محدث"[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے ہوئے اور محدث کے سامنے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

یہ حدیث موضوع ہے اور اس مشہور حدیث کے خلاف ہے جس میں حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں ان کے آگے لیٹی رہتی۔[۴]

(۹) "من صام یوم عاشوراء کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ"[۵]

جس نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا اللہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت لکھے گا۔

موضوع ہے۔ اس کا راوی حبیب حدیث وضع کرتا تھا۔

(۱۰) "من صام صبیحۃ یوم الفطر فکانما صام الدھر کلہ"[۶]

جس نے عید الفطر کی صبح کو روزہ رکھا گویا اس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا — موضوع ہے

(۱۱) "من لم تنہہ صلوتہ عن الفحشاء والمنکر لم یزد من اللہ الا بعدا"[۷]

جسے نماز فحشاء اور منکر سے نہیں روکتی وہ اللہ سے دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

---

۱ اللآلی المصنوعۃ ۲/۵۹ ۲ ایضاً ۲/۱ ۳ الاباطیل والمناکیر ۲/۸ ۴ نسائی کتاب الصلوٰۃ

۵ المنار المنیف ص۳۲ ۶ ایضاً ص۱۲ ۷ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱۳/۱

یہ روایت لوگوں کی زبان زد ہے مگر بے بنیاد ہے۔

(۱۲) "الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البہائم الحشیش" [۱]

مسجد میں بات چیت نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح جانور گھاس کو کھا جاتے ہیں۔

امام غزالی رہ نے احیاء العلوم میں اسے درج کیا ہے مگر اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۱۳) "من احیا لیلۃ الفطر ولیلۃ الاضحیٰ لم تمت قلبہ یوم تموت القلوب" [۲]

جو شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو جاگا اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن دل مُردہ ہو جائیں گے۔

اسے طبرانی وغیرہ نے بیان کیا مگر یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۴) "من لم یکن عندہ صدقۃ فلیلعن علی الیہود والنصاریٰ" [۳]

جس کے پاس صدقہ نہ ہو وہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ موضوع ہے۔

(۱۵) "شہر رمضان معلق بین السماء والارض ولا یرفع الی اللہ الا بزکاۃ الفطر" [۴]

جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے رمضان کا مہینہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتا ہے اور خدا تک نہیں پہنچتا۔

ابن جوزی رہ نے اسے واہیات قرار دیا ہے۔

(۱۶) "عظموا ضحایاکم فانہا علی الصراط مطایاکم" [۵]

قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرو کیوں کہ قیامت کے دن پل صراط پر وہ تمھاری سواری ہوں گے۔

اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ابن صلاح کہتے ہیں یہ ثابت نہیں۔

(۱۷) "افضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم الجمعۃ وھو افضل من

---

[۱] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱۷/۲ [۲] ایضاً ۱۱/۱ [۳] موضوعات کبیر ص۸۰، المنار المنیف ص۱۱۶

[۴] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۵۹/۱ [۵] ایضاً ص۱۰۲

سبعین حجۃ فی غیر جمعۃ " [1]

جب عرفہ کا دن جمعہ کو ہو تو وہ سارے دنوں سے افضل ہے اور ایسے شترحج

سے بہتر ہے جو غیر جمعہ میں کیے جائیں۔

یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۱۸) " ینزل اللہ کل یوم عشرین ومائۃ رحمۃ ستون منہا للطائفین

واربعون للعاکفین حول البیت وعشرون منہا للناظرین الی البیت " [2]

اللہ تعالیٰ ہر دن ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے، ساٹھ رحمتیں طواف کرنے

والوں کے لیے اور چالیس خانہ کعبہ کے پاس اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور بیس

خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والوں کے لیے۔

طبرانی نے معجم میں اسے بیان کیا ہے۔ اس کے رواۃ میں خالد بن یزید ہے، یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے اسے کذاب کہا ہے اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۱۹) " اذا دعوت اللہ فادع بباطن کفیک وامسح بہا وجہک " [3]

جب تم اللہ سے دعا مانگو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے مانگو اور ان سے منہ کو پونچھو

اس حدیث کا راوی صالح بن حسان کذاب تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق موضوع روایات

(۱) " لولاک لما خلقت الافلاک " [4] اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو پیدا نہ کرتا

صغانی نے کہا کہ یہ موضوع روایت ہے۔

(۲) "کنت نبیا وادم بین الماء والطین " [5]

میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی کے مرحلے میں تھے۔

یہ روایت من گھڑت ہے، امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نہ تو اس کی کوئی بنیاد ہے اور نہ کسی اہل علم نے

---

[1] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۳۴۵ [2] ایضاً ۲۷۹

[3] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص۵ [4] موضوعات کبیر ص۶۷، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۸۶

[5] فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۲۲۰ - ۱۴۷

ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

(۳) "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ"[1]

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اس روایت کا پہلا حصہ درست ہے اور آخری حصہ وضع کردہ ہے اس استثناء کی کوئی اصل نہیں یہ محمد بن سعید الشامی کی موضوعات میں سے ہے۔

(۴) "سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا"[2]

میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر اللہ نے ان پر دوبارہ موت طاری کر دی۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس طرح کی ساری روایات موضوع ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے زندہ کیے جانے اور ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔

(۵) "موذن کے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہتے وقت جو شخص کہے "اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد علیہ السلام نبیا" اور شہادت کی انگلیوں کو چوم کر ان کے باطنی حصہ کو اپنی آنکھوں میں پھیرے تو ایسا شخص میری شفاعت کا حقدار ہوگا۔"[3]

اس روایت کو دیلمی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ ملا علی قاری اسے موقوف کہتے ہیں۔

(۶) "من زارنی وزار ابی ابراھیم فی عام واحد دخل الجنۃ"[4]

جس نے ایک ہی سال میری اور میرے باپ ابراہیم کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں امام ابن تیمیہؒ اور امام نوویؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔

---

[1] الاباطیل والمناکیر ص۱۲۰ [2] ایضاً ۱/۲۲۲ [3] موضوعات کبیر ص۷۳

[4] المقاصد الحسنۃ ص۱۹۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۶۲

(۷) "لی مع اللہ وقت لا یسع فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل" [۱]

اللہ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہے جس میں نبی مرسل اور مقرب فرشتے کی بھی گنجائش نہیں۔

یہ روایت صوفیا کے یہاں معروف ہے ابوالقاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں اسے بیان کیا ہے مگر یہ ساقط الاعتبار ہے۔

(۸) "کنت کنزا مخفیا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتھم بی فعرفونی" [۲]

میں ایک مخفی خزانہ تھا جسے کوئی نہیں پہچانتا تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنا تعارف کرایا تو مجھے لوگوں نے پہچانا۔

یہ روایت قطعی جعلی اور واہیات ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔ زرکشی اور ابن حجر نے اس کی تائید کی ہے۔

(۹) "توسلوا بجاھی فان جاھی عند اللہ عظیم" [۳]

میرے مرتبے کو وسیلہ بناؤ کیوں کہ اللہ کے نزدیک میرا مرتبہ بڑا ہے۔

اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں، نبی کریمؐ کا مرتبہ یقیناً بہت بڑا ہے مگر یہ روایت درست نہیں۔

(۱۰) "اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللہ قبل الاشیاء فقال یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ" [۴]

حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ اس پہلی چیز کی تخلیق کے بارے میں بتائیں جسے اللہ نے ساری چیزوں سے پہلے پیدا کیا تو آپ نے فرمایا اے جابر اللہ نے ہر چیز سے پہلے تمھارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

المواہب اللدنیہ میں یہ روایت تفصیل سے آئی ہے مگر یہ روایت درست نہیں قصہ گو حضرات نے گھڑی ہے۔

(۱۱) جب شب معراج مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو جبریلؑ مجھے حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر لے گئے اور کہا اے محمدؐ اتریے اور یہاں دو رکعت نماز ادا کیجیے، پھر مجھے بیت اللحم لے گئے اور کہا اتریے اور دو رکعت نماز ادا کیجیے، کیوں کہ یہاں آپ

---

[۱] المقاصد الحسنۃ ص۱۶۱، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۱۷۳، [۲] المقاصد الحسنۃ ص۳۲۷، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۱۳۲

[۳] تمییز الطیب من الخبیث ص۱۵۳ [۳] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۳۰

[۴] الآثار المرفوعۃ ص۴۲، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۲۶۵

کے بھائی عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ مجھے پھر صخرہ (چٹان) کی طرف لے گئے اور کہا اے محمد یہاں سے آپ کا رب آسمان پر گیا، میں نے وہاں نماز پڑھی پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا۔[1]

یہ ایک طویل روایت ہے اور موضوع ہے۔ ابنِ حبان کہتے ہیں کہ اس کا راوی بکر بن زیاد حدیث وضع کیا کرتا تھا۔

(۱۲) "کان اذا دخل الخلاء دخلت بعده فلا اری شیئاً"[2]

جب نبی اکرم رفع حاجت کے لیے جاتے تو آپ کے بعد میں وہاں جاتا اور آپ کا فضلہ وہاں نہیں ہوتا۔

یہ معروف روایت ہے مگر درست نہیں، اس کا راوی حسین بن عنوان حدیث وضع کرتا تھا۔

(۱۳) "لو ادرکت والدی او احدھما وانا فی الصلوۃ صلوۃ العشاء وقد قرأت فیھا فاتحۃ الکتاب فنادی یا محمد لاجیبہ لبیک"[3]

اگر میں والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پاتا اور وہ میرے پاس اس وقت آتے جب کہ میں عشا کی نماز میں ہوتا اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا، پھر وہ مجھے محمدؐ کہہ کر پکارتے تو میں جواب دیتا۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا واضع لیسین ہے۔

(۱۴) بچوں کے نام محمد اور احمد رکھنے کے جو بے شمار فضائل بیان کیے جاتے ہیں وہ سب ساقط الاعتبار ہیں۔[4]

(۱۵) "ما من مسلم یسلم علی فی شرق ولا غرب الا انا وملائکۃ ربی نرد علیہ السلام"[5]

مشرق و مغرب میں کوئی مسلمان مجھے سلام کرتا ہے تو میں اور میرے رب کے فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۷ [2] تذکرۃ الموضوعات مقدسی ص۴۳ [3] اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۵ [4] تدریب الراوی ۱/۲۹ [5] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۲۲

(۱۶) "اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب، ثم الانصار ثم من امن بی واتبعنی، ثم الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم" [۱]

میری امت میں سب سے پہلے جن کو میری شفاعت نصیب ہوگی وہ میرے اہلِ بیت ہوں گے، پھر قریب اور قریب، پھر انصار، پھر مومنین، پھر اہلِ یمن، پھر تمام عرب، پھر عجمی۔

اسے طبرانی اور ابنِ عدی وغیرہ نے بیان کیا ہے مگر یہ موضوع ہے۔

(۱۷) "فضلت علی الناس باربع، بالسخاء والشجاعۃ وکثرۃ الجماع وشدۃ البطش" [۲]

مجھے لوگوں پر چار اعتبار سے فضیلت عطا کی گئی ہے، سخاوت، شجاعت، کثرتِ جماع، اور سخت گیری۔

خطیب نے تاریخ بغداد میں اس کی روایت کی ہے مگر یہ باطل ہے۔

(۱۸) "اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا وموسیٰ نجیا، واتخذنی حبیبا ثم قال وعزتی لاوثرن حبیبی علی خلیلی ونجی" [۳]

اللہ نے ابراہیمؑ کو خلیل، موسیٰؑ کو نجی اور مجھے حبیب بنایا پھر کہا قسم میری عزت کی، میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور نجی پر ترجیح دوں گا۔

واحدی نے اسباب النزول میں اسے درج کیا ہے مگر ابنِ جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

"اتانی جبریل بقدر فاکلت منھا فاعطیت قوۃ اربعین رجلا فی الجماع" [۴]

میرے پاس جبریل ایک ہانڈی لے کر آئے اور میں نے اس میں سے کھایا تو مجھے چالیس مردوں کی قوتِ جماع عطا کی گئی۔

یہ روایت بھی باطل ہے اور اس مضمون کی وہ روایت بھی باطل ہے جس میں "قدر" کی جگہ "ہریسہ" کا ذکر ہے [۵]

---

[۱] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۱۶۱/۱ [۲] ایضاً ۱۰۱/۱ [۳] ایضاً ۱۰۹/۱

[۴] ایضاً ۱۰۹/۱ [۵] ایضاً ۱۸۱/۱۔

انبیاء کرام سے متعلق موضوع روایات

(۱) "ان عیسیٰ ابن مریم اسلمتہ امہ الکتاب لیعلمہ قال لہ المعلم اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال لہ عیسیٰ مابسم قال المعلم لا ادری فقال عیسیٰ الخ"[۱]

عیسیٰ بن مریم کو ان کی ماں نے معلم کے حوالے کیا تاکہ ان کو لکھنا پڑھنا سکھا دے، معلم نے کہا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تو عیسیٰ ؑ نے پوچھا بسم اللہ کیا ہے؟ معلم نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا، تب عیسیٰ ؑ نے بسم اللہ کی پوری تفسیر کی۔

اس روایت کو حافظ اسماعیل ابن کثیر[۲] نے اور دیگر مفسرین نے بسم اللہ کی فضیلت کی ضمن میں بیان کیا ہے مگر یہ روایت موضوع ہے اور اسماعیل بن یحییٰ کی بیان کردہ ہے۔

(۲) "کلم اللہ موسیٰ یوم کلمہ وعلیہ جبۃ صوف وکساء صوف ونعلاہ من جلد حمار غیر ذکی فقال من ذا العبرانی الذی یکلمنی قال انا اللہ"[۳]

جب موسیٰ ؑ نے اللہ سے گفتگو کی تو اس وقت موسیٰ ؑ اون کا جبہ اور لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کا جوتا گدھے کے چمڑے کا تھا جو پاک نہیں تھا موسیٰ نے کہا یہ کون عبرانی مجھ سے بات کر رہا ہے، ندا آئی کہ میں اللہ ہوں۔

یہ روایت درست نہیں ہے، اس کا راوی حمید متہم بالکذب ہے۔

(۳) "ان کانت الحبلی لتری یوسف فتضع حملھا"[۴] اگر کوئی حاملہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتی تو اس کا حمل گر جاتا

یہ روایت موضوع ہے اس کے رواۃ ساقط الاعتبار ہیں۔

(۴) "خلق اللہ تعالیٰ آدم من تراب الجابیہ وعجنہ بماء الجنۃ"[۵]

اللہ نے آدم ؑ کو گڑھے کی مٹی سے پیدا کیا اور اسے جنت کے پانی سے گوندھا۔ یہ بھی موضوع ہے۔

(۵) "الارضون سبع فی کل ارض نبی کنبیکم"[۶] زمین سات ہیں اور ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف منسوب ہے اور اسرائیلیات میں سے ہے

۱؎ اللآلی المصنوعۃ ۱/۸۹ ۲؎ تفسیر ابن کثیر، اول مقدمہ

۳؎ اللآلی المصنوعۃ ۱/۸۵ ۴؎ ایضاً ۱/۸۸ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۰۱ ۵؎ اللآلی المصنوعۃ ۱/۸۲

۶؎ تمییز الطیب من الخبیث ص۲۱

(۶) "يجتمع فی كل عرفة جبريل و ميكائيل و اسرافيل والخضر"[1]

ہر حج کے موقع پر جبریل و میکائیل اسرافیل اور خضر جمع ہوتے ہیں۔

یہ روایت باطل ہے اور خضر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے متعلق روایات بھی باطل ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین میں میرا گھر بناؤ تو داؤدؑ نے اپنے لیے ایک گھر اللہ کا گھر بنانے سے پہلے بنا لیا۔ اللہ نے وحی کی اے داؤدؑ تم نے میرا گھر بنانے سے پہلے اپنا گھر بنا لیا، ؟ داؤدؑ نے کہا اے رب تم نے ایسا ہی کہا تھا، پھر انھوں نے مسجد بنانا شروع کی۔ جب چہار دیواری مکمل ہوئی تو گر گئی، داؤدؑ نے خدا سے گلہ کیا تو اللہ نے کہا تم میرا گھر نہ بنا پاؤ گے، داؤدؑ نے پوچھا خدایا کیوں؟ اس لیے کہ تم نے خون بہایا ہے، داؤدؑ نے کہا وہ تو تیرے لیے کیا ہے، اللہ نے کہا ٹھیک ہے، لیکن وہ میرے بندے تھے میں ان پر رحم کرتا تھا۔ داؤدؑ کو یہ گراں گزرا تو اللہ نے وحی کی کہ غم نہ کرو یہ مسجد تمھارے بیٹے سلیمانؑ کے ہاتھ سے پوری ہوگی۔[2]

(۸) "قصة سيدنا داود انه عشق زوجة اوريا"[3]

حضرت داؤدؑ اوریا نامی ایک شخص کی بیوی پر عاشق ہو گئے۔

نعوذ باللہ یہ جھوٹ اور افترا ہے، ان کے عشق کی ساری کہانی فرضی ہے جو بعض تفسیروں میں در آئی ہے۔[4]

(۹) "قصة سيدنا ابراهيم وانه وضع السكين على عنق ولده فلم تقطع"[5]

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی گردن پر چھری رکھی مگر چھری کاٹ نہ سکی۔

یہ روایت بھی جھوٹی ہے۔ قرآن کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کو صرف پیشانی کے بل لٹایا تھا کہ ندا آئی۔

(۱۰) "ادریس علیہ السلام ملک الموت کے دوست تھے تو انھوں نے ملک الموت سے جنت اور جہنم دکھانے کا سوال کیا، فرشتہ ادریسؑ کو لے کر آسمان پر چڑھ گیا اور

---

[1] اللآلی المصنوعة ۱/۹۶ [2] ایضاً ص۸۰ [3] تحذیر المسلمین عن الاحادیث الموضوعة علی سید المرسلین ص۱۰۲

[4] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص۳۲۵ [5] تحذیر المسلمین ص۱۰۵

ان کو جہنم دکھائی تو ادریس ؑ گھبرا گئے اور قریب تھا کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو ملک الموت نے اپنے پَر سے ان کو ڈھانکا اور کہا کیا آپ نے جہنم نہیں دیکھی، تو ادریس ؑ نے کہا ہاں آج کی طرح کبھی نہیں دیکھی، پھر ان کو لے کر چلے جنت دکھانے کے لیے جب جنت میں داخل ہوئے تو ملک الموت نے کہا اب چلیے آپ نے جنت دیکھ لی، ادریس ؑ نے کہا کہاں جاؤں؟ ملک الموت نے کہا جہاں سے آپ آئے ہیں، تو ادریس ؑ نے کہا خدا کی قسم جنت میں داخل ہونے کے بعد ہرگز نہیں نکلوں گا تو ملک الموت سے کہا گیا تم نے ہی اسے جنت میں داخل کیا تھا اور وہاں جا کر کوئی نکلتا نہیں ہے [1]

طبرانی نے اوسط میں اسے بیان کیا ہے مگر یہ حدیث موضوع ہے، اس کا راوی ابراہیم بن عبداللہ بن خالد مصیصی متروک ہے۔ ذہبی نے کہا کہ یہ شخص کذاب ہے اور حاکم نے کہا کہ اس کی روایات موضوع ہیں۔

(۱۱) " فرشتوں نے اللہ سے کہا اے رب بنی آدم کے گناہ اور خطا پر کیسے صبر کرتا ہے، تو اللہ نے کہا میں نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے اور تم کو بچائے رکھا ہے، فرشتوں نے کہا اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز تمہاری نافرمانی نہ کرتے۔ اللہ نے کہا کہ دو فرشتوں کو اپنے درمیان سے منتخب کرو تو انھوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا اور دونوں زمین پر آئے، اللہ نے ان دونوں کے اندر شہوت ڈال دی، پھر ان کے پاس زہرہ نامی ایک عورت آئی اور ان دونوں کے دلوں کو بھا گئی، ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے دل کا راز دوسرے سے چھپاتا رہا، پھر دونوں نے ایک دوسرے کو درد دل سنایا اور دونوں نے مل کر عورت کو بلایا، عورت نے جواب دیا میں تم دونوں کے حوالے خود کو اس وقت تک نہیں کروں گی جب تک تم لوگ مجھے وہ "اسم اعظم" نہ سکھا دو جس کے ذریعہ تم آسمان پر چڑھ جاتے ہو اور وہاں سے زمین پر اتر آتے ہو، تو دونوں نے انکار کر دیا، پھر دونوں نے اظہار خواہش کیا تو عورت نے انکار کر دیا، اور پہلے

---

[1] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۴۶

ان دونوں کو شراب پلائی، تب دونوں نے بدکاری کی اور اسے اسم اعظم سکھایا پھر وہ آسمان پر اڑ گئی تو اللہ نے اس کے پر کاٹ دیے اور ستارہ بنا دیا، پھر ان دونوں فرشتوں نے اللہ سے توبہ کی تو اللہ نے ان کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو پھر فرشتہ بنا دوں اور قیامت میں عذاب دوں، اور اگر چاہو تو دنیا میں عذاب دوں اور آخرت میں تمھیں فرشتہ بنا دوں تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دنیا کا عذاب ختم ہونے والا ہے، اس لیے آخرت کے بجائے دنیا کے عذاب کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا تم دونوں سرزمین بابل جاؤ اور وہ دونوں بابل گئے، وہاں اللہ نے ان کو مسخ کر دیا، اب وہ دونوں آسمان و زمین کے مابین الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور عذاب میں قیامت تک کے لیے مبتلا ہیں"۔ [۱]

علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، خطیب نے اپنی تاریخ میں اور دوسرے مفسرین نے اسے بیان کیا ہے مگر اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں، یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔

(۱۲) "ما من نبی یموت فیقیم فی قبرہ الا اربعین صباحا حتی ترد الیہ روحہ"۔ [۲]

جب کوئی نبی وفات پاتا ہے تو اپنی قبر میں چالیس دن ہی رہتا ہے کہ اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

صحابہ کرامؓ اور اولیاءؒ سے متعلق موضوع روایات

(۱) "ان اللہ عز وجل یتجلی للخلائق یوم القیمۃ عامۃ و یتجلی لک خاصۃ یا ابا بکر"۔ [۳]

اللہ تعالیٰ خلائق کے لیے بروز قیامت عمومی تجلی فرمائے گا اور اے ابوبکر تمھارے

[۱] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۲/۳۱۴، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۳۴۰

[۲] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۳۵ [۳] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۴۸

لیے خصوصی تجلی فرمائے گا۔

یہ جھوٹی روایت ہے اس کا وضع کرنے والا محمد بن عبد ہے۔

(۲) "اذا کان یوم القیمۃ یامر اللّٰہ عزوجل فینصب لابراھیم الخلیل علیہ السلام منبر ولی منبر ولک یا ابابکر منبر تجلی الرب جل جلالہ مرۃ فی وجہ ابراھیم ضاحکا ومرۃ فی وجھی ضاحکا ومرۃ فی وجھک ضاحکا"[۱]

قیامت کے دن اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ کے لیے ایک منبر، میرے لیے ایک منبر اور اے ابوبکرؓ تمہارے لیے ایک منبر رکھا جائے گا، پھر اللہ ہنستے ہوئے ایک مرتبہ ابراہیم کے، ایک مرتبہ میرے اور ایک مرتبہ تمہارے چہرے میں تجلی کرے گا۔

یہ روایت درست نہیں ہے۔

(۳) "لما عرج بی الی السماء مامررت بسماء الا وجدت اسمی فیہا مکتوبا محمد رسول اللّٰہ وابوبکر الصدیق خلفی"[۲]

جب شب معراج مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے گزرا وہاں محمد رسول اللہ اور اس کے بعد ابوبکر الصدیق لکھا ہوا پایا۔

یہ روایت واہیات ہے اس کی بنیاد نہیں۔

(۴) "کان جبریل یذاکرنی فضل عمر فقلت لہ یا جبریل ما بلغ من فضل عمر قال یا محمد لو لبثت مالبث نوح فی قومہ ما بلغت لک فضل عمر"[۳]

جبریلؑ مجھے عمر فاروقؓ کی فضیلت بتا رہے تھے، میں نے کہا اے جبریل فضیلت عمر کا منتہا کیا ہے تو جبریل نے کہا اے محمدؐ اگر مجھے اتنا موقع ملتا جتنا کہ نوحؑ کو اپنی قوم کے لیے ملا تھا تب بھی عمرؓ کی فضیلت کا منتہا نہ بیان کر پاتا۔

یہ روایت باطل ہے۔

(۵) "تفاخرت الجنۃ والنار فقالت النار للجنۃ انا اعظم منک قدرا قالت ولم

---

[۱] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۵۳ [۲] ایضا ص ۱۵۴

[۳] ایضا ص ۱۵۷

قالت لان فی الفراعنة والجبابرة والملوک وابناءھا فاوحی اللہ تعالیٰ الی الجنة ان قولی بل لی الفضل اذ زینی اللہ لابی بکر وعمر"[1]

جنت اور جہنم میں مفاخرت ہوئی تو جہنم نے جنت سے کہا میں تم سے زیادہ مرتبہ والی ہوں کیوں کہ میرے اندر فراعنہ جبابر بادشاہ اور ان کی اولاد ہیں تو اللہ نے جنت کو اشارہ کیا کہ تم کہو کہ میرا مرتبہ بڑھا ہوا ہے کیوں کہ اللہ نے مجھے ابوبکرؓ وعمرؓ سے زینت بخشی ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۶) حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادہ ابوشحمہ نے زنا کیا اور حضرت عمرؓ نے اس پر حد زنا نافذ کی۔ یہ جھوٹی روایت ہے اسے قصہ گو حضرات نے وضع کیا ہے[2]

(۷) ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ جبریل مجھے جنت میں لے گئے اور میرے ہاتھ میں ایک سیب دیا، جب میں نے اسے دو نصف کیا تو اس میں سے ایک لونڈی نکلی اس سے خوبصورت میں نے کوئی لونڈی نہیں دیکھی وہ تسبیح پڑھ رہی تھی، میں نے پوچھا تو کس کے لیے ہے، اس نے کہا اللہ نے مجھے نور عرش سے پیدا کیا ہے اور میں عثمان ذی النورینؓ کے لیے ہوں[3]

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپؐ کا سر علیؓ کی گود میں تھا اور حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی، علیؓ نے جواب دیا نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مشغول تھا تو اس کے لیے سورج کو لٹا دے، اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔[4]

یہ روایت موضوع ہے، غالباً کسی شیعہ کی وضع کردہ ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعہ ۱۵۵/۱ [2] تحذیر المسلمین ص۷۶، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۸۱

[3] اللآلی المصنوعہ ۱۶۳/۱ [4] الاباطیل والمناکیر ۱۵۸/۱، اللآلی المصنوعہ ۱۷۴/۱، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۹۶ کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲۲۰/۱

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک ستارہ ٹوٹا تو آپؐ نے فرمایا اس ستارہ کی طرف دیکھو یہ جس کے گھر میں گرے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا تو ہم نے دیکھا کہ وہ علی رضؓ کے گھر میں گرا لہ

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

(۱۰) "انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اتی العلم فلیات الباب" ۲ہ

میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، جو کوئی علم چاہتا ہے وہ دروازہ پر آئے۔

یہ معروف روایت ہے جسے حاکم ابونعیم طبرانی اور ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے، ترمذی رہ کہتے ہیں کہ یہ منکر ہے، امام بخاری رہ کہتے ہیں کہ اس کی سند درست نہیں ہے اور ابن معین کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۱۱) "حمل علی باب خیبر" ۳ہ حضرت علی رضؓ نے خیبر کا دروازہ اٹھا لیا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اسے بیان کیا ہے مگر علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ اس روایت کے جتنے طریقے ہیں سب واہیات ہیں۔

(۱۲) "لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار" ۴ہ

جوان تو صرف علی ہیں اور تلوار صرف ذوالفقار۔

یہ بے بنیاد روایت ہے اور شیعوں میں معروف ہے۔

(۱۳) "قال لی جبریل انی قتلت بدم یحیی بن زکریا سبعین الفا واقتل بدم حسین بن علی سبعین الفا" ۵ہ

مجھ سے جبریلؑ نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار انسانوں کو قتل کیا اور حسین بن علی کے قتل کے بدلہ میں ستر ہزار کو قتل کروں گا،

یہ روایت موضوع ہے کسی رافضی کی وضع کردہ ہے۔

لہ الاباطیل والمناکیر ۱/۱۲۸ ۲ہ المقاصد الحسنہ صـ۴۷، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۲۰۳

۳ہ موضوعات کبیر صـ۴۲ ۴ہ ایضاً صـ۹۳، اللآلی المصنوعہ ۱/۱۸۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۳۶۵، المقاصد الحسنة صـ۹۲

۵ہ المقاصد الحسنہ صـ۱۴۱

(۱۴) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی مکانہ وکان یبول ویتغوط الحسن والحسین وفی روایۃ کان یصلی فی موضع الذی یبول فیہ الحسن والحسین[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ نماز ادا کرتے تھے وہاں حسن حسین پاخانہ پیشاب کرتے تھے۔

یہ حدیث باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

(۱۵) "لم تر فاطمۃ بنت رسول اللہ دما قط فی حیض ولا نفاس"[2]

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حیض و نفاس میں خون نہیں آیا۔

یہ روایت باطل ہے۔

(۱۶) "لما قدم علی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفتح خیبر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان یقول فیک طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی المسیح بن مریم لقلت فیک الیوم قولا"[3]

جب حضرت علی فتح خیبر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اگر میری امت کے کچھ لوگ وہ بات نہ کہتے جو نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہی تو آج میں تمہارے بارے میں کچھ کہتا۔

اس کا راوی حسن بن حسین رؤسا شیعہ میں سے تھا ابو حاتم رازی نے کہا، لہٰذا حدیث موضوع۔

(۱۷) "ثلاث تشتاق الیہم الجنۃ علی وعمار وسلمان"[4]

علی رض، عمار رض اور سلمان رض کے لیے جنت مشتاق ہوگی قشیری نے اسے بیان کیا ہے مگر یہ موضوع ہے۔[5]

(۱۸) "سب اصحابی ذنب لا یغفر"[6]

میرے صحابہ کو برا کہنا ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں۔

اصحابِ رسول ؐ کو برا کہنا یقیناً جرم عظیم ہے مگر شرک کے علاوہ ہر گناہ کی معافی ہو سکتی ہے اسی لیے ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت نبی اکرم ؐ پر بہتان ہے۔

---

[1] الاباطیل والمناکیر ۲/۲، اللآلی ص ۹ [2] اللآلی المصنوعہ ۱/۲۰۵ [3] علل الحدیث ۱/۳۱۴

[4] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص ۳۱ [5] رسالہ قشیریہ ص ۱۴۴ [6] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۴۳

(۱۹) "یا ابن عوف انک من الاغنیاء وانک لا تدخل الجنة الا زحفا فاقرض ربک یطلق قدمیک"[1]

اے عبدالرحمٰن بن عوفؓ تم مالدار ہو اور تم جنت میں گھسٹتے ہوئے جاؤ گے تو اپنے رب کو قرض دو وہ تمہارے پاؤں آزاد کر دے گا۔

امام نسائی رہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۰) "یخرج فی امتک رجل یشفعه الله فی عدد ربیعه ومضر وهو اویس"[2]

آپؐ کی امت میں ایک شخص ظاہر ہو گا جس کا نام اویس قرنی ہو گا اللہ تعالیٰ قبیلہ ربیعہ ومضر کے افراد کے برابر اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

یہ روایت بے بنیاد ہے اس کا راوی محمد بن ایوب حدیث وضع کرتا تھا۔

(۲۱) "المهدی رجل من ولدی وجهه کالکوکب الدری، اللون لون عربی والجسم جسم اسرائیلی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا ویرضی بخلافته اهل السماء والارض والطیور فی جو السماء والارض یملک عشرین سنة"[3]

مہدی میری اولاد میں ہو گا، اس کا چہرہ چمکدار ستارہ کی طرح ہو گا اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہو گا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی ہو گی، اس کی خلافت سے پرندے اور آسمان و زمین کے لوگ خوش ہوں گے وہ بیس سال حکومت کرے گا۔

ظہور مہدی کے سلسلے کی یہ روایت موضوع ہے۔

(۲۲) "اجتماع خضر والیاس کل عام فی الموسم"[4]

خضر اور الیاس علیہم السلام ہر سال حج کے موسم میں ملاقات کرتے ہیں۔

یہ روایت صحیح نہیں۔

---

[1] اللآلی المصنوعة ۱/۲۱۴ — [2] تذکرة الموضوعات للمقدسی ص۲۵، للفتنی ص۱۱۰

[3] الاباطیل والمناکیر ۱/۳۱۷ — [4] موضوعات کبیر ص۱۱

(۲۳) "سین بلال عند اللہ شین"[1] بلالؓ کی سین اللہ کے نزدیک شین ہے۔
کہا جاتا ہے کہ بلالؓ کی زبان میں لکنت تھی اس لیے اذان میں اشہد کا صحیح تلفظ نہیں کر پاتے تھے، یہ بات قطعی غلط ہے، حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۲۴) "اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم"[2]
میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت یاب ہو گے۔
ابن عبدالبر اور ابن حزم وغیرہ نے اسے بیان کیا ہے اور کہا کہ یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔ اس کا راوی سلام بن سلیم کو بعض محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا تھا، یہ روایت ان میں سے ایک ہے۔

(۲۵) "سالت ربی فیما اختلف فیہ اصحابی من بعدی فاوحی اللہ الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اضوء من بعض فمن اخذ بشیء مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ہدی"[3]
میں نے اپنے صحابہ میں اختلاف کے بارے میں خدا سے پوچھا تو وحی آئی کہ اے محمدؐ میرے نزدیک تمھارے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو بعض بعض سے زیادہ چمک دار ہیں جس نے ان کے اختلافی موقف میں سے کسی کو لیا تو میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے۔
یہ روایت بھی موضوع ہے اس کا راوی ابن زید العمی کذاب تھا۔

(۲۶) "نعم العبد صہیب لولم یخف اللہ لم یعصہ"[4]
صہیبؓ کتنا اچھا بندہ ہے اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تب بھی وہ گناہ نہ کرتا
یہ معروف روایت ہے مگر درست نہیں۔ ابن قتیبہ نے مشکل الحدیث میں بلا سند ذکر کر دیا ہے[5]۔

---

[1] المقاصد الحسنۃ ص۱۱۱۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۲۲۷
[2] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۷۸ [3] ایضاً ص۱۸
[4] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۰۱ [5] تمییز الطیب من الخبیث ص۲۲۶

علم اور علماء سے متعلق موضوع روایات

(۱) "ان اول ما خلق اللہ القلم ثم خلق النون وھی دواۃ وذالک فی قول اللہ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ" [۱]

سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون کو جو کہ دوات ہے اور یہ اللہ کے اس قول ن والقلم وما یسطرون میں ہے

یہ روایت بے بنیاد ہے۔

(۲) "لما خلق اللہ العقل قال لہ قم فقام ثم قال لہ ادبر فادبر ثم قال لہ اقعد فقعد" [۲]

جب اللہ نے عقل تخلیق کی تو اس سے کہا کھڑی ہو جا، وہ کھڑی ہو گئی، پھر کہا لوٹ جا تو وہ لوٹ گئی، پھر کہا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی۔

یہ ایک لمبی روایت کا حصہ ہے امام ابن تیمیہؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور امام سیوطی رح نے بھی اسے بے اصل کہا ہے۔

(۳) "اذا جلس المتعلم بین یدی العالم فتح اللہ علیہ سبعین بابا من الرحمۃ الخ" [۳]

یہ بھی ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب شاگرد عالم کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ اس پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے اور جب وہاں سے اٹھتا ہے تو اس طرح پاک ہوتا ہے جیسے ابھی پیدا ہوا ہے، اللہ اس کو ہر حرف کے بدلے ساٹھ شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۴) "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" [۴] میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں

اس روایت کا حدیث ہونا ثابت نہیں، دمیری، زرکشی، ابن حجر اور سیوطی وغیرہم نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

---

[۱] اللآلی المصنوعۃ ۱/۷۷ [۲] کشف الخفا ۱/۲۳۶، المقاصد الحسنۃ ص۷۵

[۳] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۹ [۴] موضوعات کبیر ص۵۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۴۰۰

(۵) "مداد العلماء افضل من دم الشهداء" [1]

علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے۔

یہ بے اصل روایت ہے، بعض نے اسے حسن بن یسار کا قول کہا ہے اور بعض نے حسن بصری کا۔ اس روایت کا راوی محمد بن جعفر وضع حدیث کا ارتکاب کرتا تھا۔

(۶) "العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان" [2]

علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم ادیان دوسرا علم ابدان۔

اس فقرہ کو دوا فروشوں نے حدیث بنا دیا ہے جب کہ یہ حدیث نہیں، سیوطی نے اسے امام شافعی رح کا قول کہا ہے۔

(۷) "ما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی قرأ وکتب" [3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے لکھ پڑھ چکے تھے۔

یہ حدیث بے بنیاد ہے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنا ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا نحن امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب [4]، پھر امی ہونا آپ کے لیے کوئی عیب کی بات ہرگز نہیں۔

(۸) "ما اوتی قوم منطق الا منعوا العمل" [5]

جس قوم کو منطق دی جاتی ہے اسے عمل سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

امام غزالی رح نے اسے بیان کیا ہے مگر یہ روایت واہیات ہے، ایک مخصوص دور اور رجحان کی پیداوار ہے، علامہ عراقی رح نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۹) "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" [6] علم کی تلاش کرو چاہے چین ہی جا کر کیوں نہ ہو

امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے [7] مگر ابن حبان نے اسے باطل کہا ہے اس کی کوئی سند درست نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں اسے شامل کیا ہے۔

---

[1] موضوعات کبیر ص ۷۰   [2] ایضاً ص ۵۵، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۶۸

[3] مسلم   [4] موضوعات کبیر ص ۶۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۱۷۶

[5] اللآلی المصنوعۃ ص ۱، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۳۸   [6] المقاصد الحسنہ ص ۳۰

[7] احیاء علوم الدین ۱/۸

(۱۰) "ارحموا الناس ثلاثة عزیز قوم ذل وغنی قوم افتقر وعالم بین جهال" [1]

تین قسم کے لوگوں پر رحم کرو، ایک عزیز قوم جو ذلیل ہو گیا، دوسرا مال دار جو دیوالیہ ہو گیا، تیسرا عالم جو جاہلوں کے درمیان ہے۔

یہ حدیث نہیں، غالباً فضیل بن عیاض رح کا قول ہے۔ مولانا رومی نے اپنی مثنوی میں اسے حدیث قرار دے کر منظوم کیا ہے[2]۔

(۱۱) "تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ" [3]

اللہ کی تخلیق میں غور کرو اللہ کی ذات میں غور نہ کرو۔

یہ بے اصل روایت ہے، اس کا راوی وازع ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۱۲) "لا یحل لمسلم جهل الفرض والسنن ویحل له جهل ما سوی ذلك" [4]

کسی مسلمان کے لیے فرض اور سنت سے ناواقفیت جائز نہیں اور اس کے سوا سب سے ناواقفیت جائز ہے۔

یہ بھی بے بنیاد اور جعلی روایت ہے۔

(۱۳) "من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعث یوم القیمة فقیها" [5]

جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں محفوظ کیں وہ بروز قیامت فقیہ بنا کر اٹھایا جائے گا

یہ روایت بھی ساقط الاعتبار ہے۔ امام نووی رح کہتے ہیں کہ اس کے سارے طریقے کمزور ہیں۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کے تمام طریقوں کو میں نے ایک جزو میں جمع کیا مگر کوئی بھی علت سے پاک نہیں ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت لوگوں میں مشہور تو ہے مگر اس کی سند درست نہیں ہے۔

(۱۴) "من زار العلماء فکانما زارنی ومن صافح العلماء فکانما صافحنی ومن جالس العلماء فکانما جالسنی ومن جالسنی فی الدنیا اجلس الی یوم القیمة" [6]

جس نے علماء کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا

---

[1] المقاصد الحسنہ ص۲۳ [2] مثنوی، ۹۱/۵ [3] المقاصد الحسنہ ص۱۵۵

[4] موضوعات کبیر ص۱۵ [5] تمییز الطیب من الخبیث ص۲۰ [6] موضوعات کبیر ص۸۱

اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا اور جو علماء کی صحبت میں بیٹھا وہ گویا میری صحبت میں بیٹھا اور جو دنیا میں میرے ساتھ بیٹھا، بروزِ قیامت میں اس کے ساتھ بیٹھوں گا۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت بھی موضوع ہے

(۱۵) "من فتنۃ العالم ان یکون الکلام احب الیہ من السکوت"۔ ۱

عالم کی آزمائش یہ ہے کہ اسے خاموشی سے زیادہ کلام پسند ہو۔

امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں اسے درج کیا ہے مگر یہ بے اصل روایت ہے۔

(۱۶) "قلیل من التوفیق خیر من کثیر من العلم" ۲

تھوڑی توفیق زیادہ علم سے بہتر ہے۔

امام غزالی رح نے اسے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے مگر یہ حدیث نہیں علامہ عراقی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۱۷) "لیس من اخلاق المومن الملق. الا فی طلب العلم" ۳

چاپلوسی مومن کے اخلاق کے منافی ہے اِلّا یہ کہ طلب علم کے لیے ہو۔

اس حدیث کا راوی خصیب ہے، جسے شعبہ، قطان اور ابن معین جیسے محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کر کے موضوع روایت بیان کرتا ہے۔

(۱۸) "ان المعلم اذا قال للصبی قل بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال الصبی بسم اللہ الرحمن الرحیم کتب اللہ براءۃ للصبی وبراءۃ لوالدیہ وبراءۃ للمعلم من النار" ۴

جب معلم بچے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو کہتا ہے اور بچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ بچہ، بچہ کے والدین اور معلم کے لیے نارِ جہنم سے برأت لکھ دیتا ہے۔

یہ روایت ہروی کی گھڑی ہوئی ہے۔

(۱۹) "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التعلیم والاذان بالاجرۃ

---

۱ موضوعات کبیر ص۵۶ ۲ ایضاً ص۵۹

۳ للآلی المصنوعہ ۱/۱۰۳ ۴ ایضاً ص۱۰۳

فمن فعل ذالك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اور اذان کی اجرت لینے سے منع فرمایا ہے تو جس نے ایسا کیا اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کے رواۃ صالح اور فرات متروک ہیں۔

(۲۰) "اذا اتی علی یوم لا ازداد فیہ علما فلا بورک فی طلوع الشمس ذالک الیوم"[2]

جب کوئی دن ایسا گذرے جس میں میرے علم میں اضافہ نہ ہو تو اس دن کے طلوعِ شمس میں برکت نہ ہو۔

یہ بے بنیاد روایت ہے، اس کا راوی حکم بن عبداللہ کذاب ہے۔ موضوعات کی روایت کرتا ہے۔

(۲۱) "من تعلم العلم وھو شاب کان بمنزلۃ وسم فی حجر ومن تعلمہ بعد ما کبر فھو بمنزلۃ کتاب علی ظھر الماء"[3]

جس نے جوانی میں علم حاصل کیا وہ پتھر پر نقش کی طرح ہے اور جس نے بڑھاپے میں علم حاصل کیا وہ پانی پر تحریر کی طرح ہے۔

یہ روایت درست نہیں اس کا راوی ہناد ناقابل اعتبار ہے اور بقیہ راوی مدلس ہیں اس طرح کی دوسری روایات مثلاً "العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر" بھی موضوع ہیں[4]

(۲۲) "من تعلم الاحادیث یحدث بھا الناس لم یرح رائحۃ الجنۃ وانہ لیعیب ریحھا من مسیرۃ خمس مائۃ عام"[5]

جس نے لوگوں کو جتانے کے لیے حدیث کا علم حاصل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا جب کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھی جاتی ہے۔

جوزقانی نے کہا یہ حدیث باطل ہے۔

(۲۳) "ابوعون الثقفی کہتے ہیں کہ میں نے حارث بن عمرو کو حضرت معاذ بن جبل کے حمص کے ساتھیوں کے حوالہ سے بیان کرتے سنا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۰۷   [2] ایضاً ۱/۱۰۹   [3] ایضاً ۱/۱۱۰

[4] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۹۶   [5] الاباطیل والمناکیر ۱/۱۰۲

بھیجا تو فرمایا اگر تمھارے سامنے مسئلہ آیا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ معاذؓ نے جواب دیا میں کتاب اللہ (قرآن) سے فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پوچھا اگر تم اس مسئلہ کو قرآن میں نہ پاؤ تب؟ معاذؓ نے جواب دیا پھر سنت رسول اللہؐ سے فیصلہ کروں گا، آپؐ نے پوچھا اگر تم اسے سنتِ رسولؐ میں بھی نہ پاؤ؟ تو معاذؓ نے جواب دیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ معاذ کے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے پیامبر کو اس چیز کی توفیق دی جسے رسول اللہؐ پسند کرتے ہیں''۔ [۱]

جوزقانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے میں نے اس حدیث کے سلسلہ میں مسانید میں تحقیق کی جس اہلِ علم سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھا تو میں نے سوائے اس طریقہ کے اور کوئی طریقہ روایت نہیں پایا اور اس طریقہ میں حارث بن عمر مجہول راوی ہے [۲] یہ روایت مسند احمد، ترمذی، طبقات ابن سعد جامع بیان العلم وغیرہ میں آئی ہے اور فقہا اور اصولیین میں یہ بہت معروف بھی ہے مگر ترمذی کہتے ہیں " لانعرفہ الامن ھذا الوجہ ولیس اسنادہ عندی بمتصل ابن جوزی کہتے ہیں "ھذا حدیث لایصح وان کان الفقہاء کلھم یذکرون فی کتابھم ویعتمدون علیہ،، [۲]

اخلاق وآداب سے متعلق موضوع روایات

(۱) "من عرف نفسہ عرف ربہ" [۳] جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ یہ مشہور روایت ہے مگر امام نووی کہتے ہیں کہ ثابت نہیں۔ صوفیا، حکما اور دیگر اہلِ علم میں متعارف ہے بعض نے اسے حضرت علی رضہ کا قول بتایا ہے، ابنِ تیمیہؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔

---

[۱] الاباطیل والمناکیر ص۱۰۱ [۲] ایضاً ص۱۰۱

[۳] المقاصد الحسنۃ ص۱۹۸، موضوعات کبیر ص۸۳

(۲) "من لم یصلحہ الخیر یصلحہ الشر"[1] خیر سے جو درست نہیں ہوتا وہ شر سے درست ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث رسول نہیں بلکہ بعض بزرگوں کا قول ہے۔

(۳) "الشفقۃ علی خلق اللہ تعظیم لامر اللہ"[2]

اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا اللہ کے حکم کی تعظیم ہے۔

یہ بھی حدیث نہیں بلکہ بعض مشائخ کا قول ہے۔

(۴) "لا تنظر الی من قال وانظر الی ما قال"[3]

کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ جو بات کہی گئی اسے دیکھو۔

یہ بھی حدیث نہیں، غالباً حضرت علی رض کا قول ہے۔

(۵) "من تواضع لغنی لاجل غناہ ذھب ثلثا دینہ"[4]

جس نے کسی مالدار کی اس کی مالداری کی وجہ سے تواضع کی تو اس کا دوثلث دین چلا گیا۔

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

(۶) "الولد سر لابیہ"[5] بچہ باپ کا راز ہوتا ہے۔

یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔

(۷) "من لعب بالشطرنج فھو ملعون"[6] شطرنج کھیلنے والا ملعون ہے۔

امام نووی رح کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں بلکہ اس سلسلہ کی کوئی روایت درست نہیں۔

(۸) "تختموا بالعقیق فانہ ینفی الفقر"[7]

عقیق (پتھر) کی انگوٹھی استعمال کرو اس سے غریبی دور ہوتی ہے۔

اس عنوان کی تمام حدیثیں ساقط الاعتبار ہیں۔

(۹) "الفقر فخری وبہ افتخر"[8] فقیری میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں

یہ روایت جعلی ہے۔ علامہ سخاوی نے اسے واہیات قرار دیا ہے۔

---

[1] تمیز الطیب من الخبیث ص۱۴۲ [2] موضوعات کبیر ص۵۰، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱۱/۲

[3] موضوعات کبیر ص۹۲ [4] تمیز الطیب من الخبیث ص۲۰۲ [5] المقاصد الحسنۃ ص۲۱۲

[6] ایضاً ص۱۰۲، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲۷۶/۲ [7] الاباطیل والمناکیر ۲۴۱/۲

[8] المقاصد الحسنۃ ص۱۴۱، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۸۷/۲

(۱۰) "انا عند المنکسرۃ قلوبھم من اجلی"[۱]

جن لوگوں کا دل میری وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے میں ان کے پاس ہوتا ہوں۔

امام غزالی رہ نے اسے نقل کیا ہے مگر اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۱۱) "امرت ان احکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر"[۲]

مجھے ظاہر پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا باطن کا مالک اللہ ہے۔

علامہ عراقی نے کہا کہ اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ہے، بعض فقہا کا قول ہو سکتا ہے۔

(۱۲) "السنۃ الخلق اقلام الحق"[۳] مخلوق کی زبانیں اللہ کا قلم ہیں۔

یہ حدیث نہیں بلکہ بعض صوفیا کا قول ہے جسے حدیث بنا دیا گیا۔

(۱۳) "الضرورات تبیح المحظورات"[۴] ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔

یہ عربی کا مقولہ ہے، فقہا کا اصول ہے، مگر حدیثِ رسول نہیں۔

(۱۴) "اللّٰھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین"[۵]

اے اللہ تو مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکینی کی موت عطا کر اور مسکینوں کے ساتھ مجھے قیامت میں جمع کر۔

یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، اس کا راوی ابنِ مبارک مجہول ہے امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں حارث بن نعمان منکر الحدیث ہے۔

(۱۵) "رد جواب الکتاب حق کرد السلام"[۶]

سلام کے جواب کی طرح خط کا جواب دینا واجب ہے۔

یہ روایت ناقابلِ اعتبار ہے، اس کا راوی حسن بن محمد بلخی موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۱۶) "حب الوطن من الایمان"[۷] وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے۔

یہ روایت بے بنیاد ہے اس کا انتساب کسی صحابی کی طرف بھی درست نہیں۔

۱؎ المقاصد الحسنۃ ص۴۲، کشف الخفا ومزیل الالباس ۱/۲۰۳ ۲؎ کشف الخفا ومزیل الالباس ۱/۱۹۲

۳؎ المقاصد الحسنۃ ص۲۴۸، کشف الخفا ومزیل الالباس ۱/۱۸۰ ۴؎ موضوعات کبیر ص۲۵، کشف الخفا ومزیل الالباس ۲/۲۵

۵؎ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۹۵، کشف الخفا ومزیل الالباس ۱/۱۸۱، اللآلی المصنوعہ ۱/۱۷۵

۶؎ المقاصد الحسنۃ ص۲۰۵ باللآلی المصنوعہ ۱/۱۵۷ ۷؎ موضوعات کبیر ص۴۳، کشف الخفا ۱/۳۲۵،

(۱۷) "ایاکم والحمرۃ فانہا احب الزینۃ الی الشیطان"[۱]

سرخ لباس سے پرہیز کرو کیوں کہ وہ شیطان کی پسندیدہ زینت ہے۔

یہ حدیث باطل ہے، اس کی سند مضطرب ہے، اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرخ لباس پہننا ثابت ہے[۲]۔

(۱۸) "یستجیب اللہ للمتظلمین مالم یکونوا اکثر من ظالمیہ فاذا کانوا اکثر منہم فیدعون فلا یستجیب لہم"

اللہ مظلوموں کی فریاد رسی کرتا ہے جب تک وہ ظالموں سے تعداد میں زیادہ نہ ہوں، مگر جب وہ تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا سنی نہیں جاتی۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ابراہیم حدیث وضع کرتا تھا[۳]۔

(۱۹) "من دعا لظالم بطول البقاء فقد احب ان یعصی اللہ"[۴]

جس نے کسی ظالم کے لئے درازی عمر کی دعا کی اس نے اللہ کی نافرمانی کو پسند کیا۔

بات اگرچہ درست ہے، زمخشری اور غزالی وغیرہ نے اسے بیان کیا ہے مگر یہ حدیث موضوع ہے بلکہ ابن جوزی اس طرح کی ساری روایات کو موضوع کہتے ہیں۔

(۲۰) "من حفر بئرا لاخیہ فقد وقع فیہ"[۵]

جس نے اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودا وہ خود اس میں جا گرے گا۔

یہ بات بھی درست ہے مگر حدیث نہیں۔ عسقلانی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۲۱) "من جد وجد"[۶]، جس نے کوشش کی اس نے پا لیا۔

یہ حدیث نہیں بلکہ عربی کا مقولہ ہے۔

"ناکح الید ملعون"[۷] استمنا بالید کرنے والا ملعون ہے۔

بے بنیاد روایت ہے۔

۱۔ الاباطیل والمناکیر ۲/۲۵۰ ۲۔ مسلم کتاب الفضائل

۳۔ اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۹۰ ۴۔ ایضاً ص۸ ۵۔ ایضاً ص

۶۔ تمییز الطیب من الخبیث ص۱۶۲ ۷۔ موضوعات کبیر ص۹۱

(۲۳) "اتق شر من احسنت الیہ" [1] جس پر احسان کیا ہے اس کے شر سے بچو۔
یہ عربی مقولہ ممکن ہے کہ بعض سلف کا قول ہو مگر یہ حدیث نہیں۔

(۲۴) "من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ" [2]
جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی وہ مرنے سے پہلے اس میں خود مبتلا ہوگا
اس کا راوی محمد بن حسن کذاب ہے۔

(۲۵) "جمال الرجل فصاحۃ لسانہ" [3] انسان کی خوبصورتی اس کی زبان کی فصاحت ہے
اس کا راوی احمد بن عبدالرحمن بن جارود ہے، خطیب نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

(۲۶) "حسنات الابرار سیئات المقربین" [4] ابرار کی نیکیاں مقربین کی سیئات ہیں
یہ سعید خراز کا قول ہے، حدیث رسولؐ نہیں امام غزالی رہ نے اسے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے۔

(۲۷) "علیکم بدین العجائز" [5] بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو۔
یہ بے بنیاد روایت ہے۔

(۲۷) "لو احسن احدکم ظنہ بحجر لنفعہ اللہ بہ" [6]
اگر تم میں سے کوئی کسی پتھر سے اچھا گمان رکھے تو اللہ اس کے ذریعہ اسے نفع دے گا۔
یہ روایت موضوع ہے، ابن تیمیہؒ نے اسے جھوٹ کہا ہے۔

(۲۸) "ان کان الکلام من فضۃ فالسکوت من ذھب" [7]
کلام اگر چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔
یہ مشہور جملہ حضرت سلیمانؑ یا لقمان کا ہے حدیث رسول نہیں ہے۔

(۲۹) "اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلم علیہ وان حال بینھما شجر او جدار" [8]
جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے اگرچہ ان دونوں کے
درمیان درخت یا دیوار حائل ہو جائے۔ یہ موضوع ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنہ ص۹ [2] اللآلی المصنوعہ ۲/۱۵۷ [3] میزان الاعتدال ۱/۵۱

[4] المقاصد الحسنہ ص۹۵، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۳۵۷ [5] المقاصد الحسنہ ص۲۱۱ [6] ایضاً ص۱۵۹،
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ ۱/۵۲۴ [7] تحذیر المسلمین ص۹۵، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۲۶۰
[8] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص

(۳۱) "الناس علی دین ملوکھم"۔[۱] لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔
یہ عربی کا مقولہ ہے، اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں۔

(۳۲) "لیس الخبر کالمعاینۃ"[۲] خبر معاینہ کی طرح نہیں ہوتی
یہ معروف روایت ہے لیکن اس کا راوی احمد بن محمد بن حرب ملحمی کذاب تھا، حدیث وضع کرتا تھا۔

(۳۳) "لعن اللہ المغنی والمغنی لہ"[۳] اللہ نے گانے والے اور جس کے لیے گایا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔
امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث درست نہیں۔

(۳۴) "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل"[۴]
غنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزی اگاتا ہے۔
امام نووی رح نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ غالباً یہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔

(۳۵) "الغرباء ورثۃ الانبیاء ولم یبعث اللہ نبیا الا وھو غریب فی قومہ"[۵]
غربا انبیاء کے وارث ہیں اور اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا وہ اپنی قوم میں غریب اجنبی تھا۔
یہ روایت باطل ہے۔

(۳۶) "اختلاف امتی رحمۃ"[۶] میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔
علامہ ابن حزم رح نے اس روایت کو باطل قرار دینے کے بعد کہا ہے "اگر اختلاف رحمت ہوتا تو اتفاق زحمت ہوتا۔" یہ روایت باطل اور جھوٹی ہے۔

(۳۷) "اتقوا مواضع التھم"[۷] تہمت کی جگہوں سے بچو۔
امام غزالی رح نے اسے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں، علامہ عراقی رح کہتے ہیں کہ میں نے اس کی کوئی بنیاد نہیں پائی۔

---

۱ موضوعات کبیر ص۸۳ ۲ میزان الاعتدال ۱/۹۳ ۳ المقاصد الحسنہ ص۱۵۶

۴ موضوعات کبیر ص۵۶ ۵ المقاصد الحسنہ ص۱۳۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۷۷

۶ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۷۷ ۷ ایضاً ص۱۴۵

(۳۸) "ان من السنة ان یخرج الرجل مع ضیفه الی باب الدار" [1]

یہ بھی سنت ہے کہ میزبان اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک جائے۔

ابن ماجہ وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے مگر یہ موضوع ہے اس کا راوی علی بن عروہ ہے جو حدیث وضع کرتا تھا۔

(۳۹) "من سافر یوم الجمعة دعا علیه ملکاه ان لا یصحب فی سفره ولا تقضی له حاجة" [2]

جو جمعہ کے دن سفر کرتا ہے اس کے لیے دونوں فرشتے بددعا کرتے ہیں کہ اس کو رفیق سفر نہ ملے اور نہ اس کی ضرورت پوری ہو۔

یہ روایت موضوع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن سفر کرنے سے ہرگز منع نہیں فرمایا ہے۔

(۴۰) "من قلم اظفاره یوم الجمعة وقی من السوء الی مثلها" [3]

جمعہ کے دن جو اپنے ناخن تراشتا ہے وہ دوسرے جمعہ تک برائی سے بچا رہتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۴۱) "ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین فان المیت یتاذی بجار السوء" [4]

اپنے مُردوں کو صالحین کے درمیان دفن کرو کیوں کہ بُرے پڑوسی سے میت کو تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندوں کو بُرے پڑوسی سے تکلیف ہوتی ہے۔

ابو نعیم نے اسے حلیہ میں بیان کیا ہے مگر اس کا راوی سلیمان بن عیسٰی متروک ہے بلکہ اس پر جھوٹ اور وضع حدیث کا الزام ہے۔

زہد و تصوف سے متعلق موضوع روایات

(۱) "حب الدنیا راس کل خطیئة" [5] دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے۔

بات اگرچہ درست ہے مگر حدیث نہیں ہے، شاید مالک بن دینار تابعی کا قول ہے۔

(۲) "من اراد ان یوتیه الله علما بغیر تعلم وهدی بغیر هدایة فلیزهد فی الدنیا" [6]

---

[1] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۱/۲۸۰ [2] ایضاً ص۲۵ [3] ایضاً ۴/۲۹۵

[4] تمییز الطیب من الخبیث ص۱۱ [5] تدریب الراوی ۱/۲۸۷ [6] موضوعات کبیر ص۵

جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ اسے بغیر محنت کے علم وہدایت عطا کر دے تو اُسے دنیا میں زہد اختیار کرنا چاہیے۔

اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں، کسی زاہد جاہل نے اسے وضع کیا ہے۔

(۳) "اصل کل داء الرضا من النفس[۱]" نفس پسندی ہر مرض کی جڑ ہے۔

یہ بعض صوفیا کا قول ہے جسے حدیث سمجھ کر بیان کر دیا جاتا ہے۔ ابوالقاسم قشیری نے اسے بیان کیا ہے۔

(۴) "ان اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمة الصبر ومن اعطی حظه منها لم یبال مافاته من قیام اللیل وصیام النهار[۲]"

کم سے کم جو چیز تمھیں دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہے جس کو یہ چیز کسی بھی درجہ میں مل گئی وہ رات کے قیام اور دن کے نفلی روزوں کے چھوٹنے کی پروا نہیں کرتا۔

امام غزالی رہ نے احیاء العلوم میں اسے درج کیا ہے۔ مگر یہ بے اصل ہے۔

(۵) "رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر[۳]"

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔

یہ حدیث نہیں غالباً ابراہیم بن عیلہ کا قول ہے، امام غزالی وغیرہ نے حدیث کے نام پر اسے بیان کیا ہے۔

(۶) "من اخلص للہ اربعین یوما ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه[۴]"

جس نے اللہ کے لیے چالیس دن فارغ کر دیئے تو حکمت کے سرچشمے اس کے قلب سے پھوٹ کر اس کی زبان سے ظاہر ہوں گے۔

چلہ کی (چالیس دن) کوئی روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے، صنعانی اور ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔ مگر سیوطی نے حاکم کی مستدرک اور طبرانی کی اوسط کے حوالہ سے دوسری سند بھی بیان کی ہے جو بھی صحیح نہیں۔

(۷) "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الایمان[۵]"

اون کے کپڑے پہنو اس سے تم ایمان کی حلاوت پاؤ گے۔

۱۔ المقاصد الحسنة ص۲۹، تمیز الطیب من الخبیث ص۲۶، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۲۲

۲۔ ایضاً ص۲۶ ۳۔ موضوعات کبیر ص۱۵، کشف الخفاء ۱/۴۲۴ ۴۔ التعقبات علی الموضوعات ص۲۷، المقاصد الحسنة ص۳۹، سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۱/۵۶، اللآلی المصنوعة ۱/۱۶۷ ۵۔ ایضاً ص۲۳

یہ ایک ہی روایت ہے جس میں اون کے کپڑے پہننے، تفکر، حکمت اور دوسرے فضائل بیان کیے گئے ہیں، یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

(۸) "اربع من الشقاء جمود العين وقساوة القلب والحرص على الدنيا وطول الامل"[1]

چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں، آنکھ کا خشک ہونا، دل کا سخت ہونا، دنیا کی لالچ اور لمبی امید۔

یہ روایت درست نہیں، اس کے رواۃ ابوداؤد نخعی اور محمد بن ابراہیم شامی حدیث وضع کرتے تھے۔

(۹) "لکل امة مفتاح ومفتاح الجنة حب المساکین"[2]

ہر امت کے لیے کنجی ہے اور جنت کی کنجی مسکینوں سے محبت ہے۔

ابن حبان نے کہا یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی احمد بن داؤد حدیث وضع کرتا تھا۔

(۱۰) "تفکر ساعة خیر من عبادة ستین سنة"[3]

ایک لمحہ کا فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس کا راوی عثمان اور اس کا شیخ دونوں کذاب ہیں اور ان ہی میں کسی ایک نے اسے گھڑا ہے۔

(۱۱) "احذروا الدنیا فانها اسحر من هاروت وماروت"[4]

دنیا سے پرہیز کرو کیوں کہ وہ ہاروت و ماروت سے زیادہ سحر انگیز ہے

ذہبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

(۱۲) "اعمل لدنیاك كانك تعیش ابدا واعمل لآخرتك كانك تموت غدا"[5]

دنیا کے لیے اس طرح عمل کرو جیسے تم کو ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو جیسے تمھیں کل مرنا ہے۔

اس کا حدیث رسول ہونا ثابت نہیں۔

(۱۳) "اذا کان فی آخر الزمان واختلفت الاهواء فعلیکم بدین اهل البادیة والنساء"[6]

---

[1] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص۱۶۶ [2] ایضاً ص۱۶۳ اور رسالہ قشیریہ ص۳۳
[3] ایضاً ص۱۶۸ [4] تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۷۲
[5] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۲۰/۱ [6] ایضاً ص۶۹

جب آخری زمانے میں ہوا و ہوس کا دور دورہ ہو تو تم بیابان کے لوگوں اور عورتوں کا دین اختیار کرو۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۴) "سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن علم الباطن ما ھو فقال سألت جبریل عنہ فقال سر بینی و بین احبائی و اولیائی و اصفیائی اودعہ فی قلوبھم لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل"[۱]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم باطن کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سوال میں نے جبریلؑ سے کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ میرے احباب، اولیاء، اصفیا اور میرے درمیان ایک راز ہے جسے میں نے ان کے دلوں میں ودیعت کی ہے اس سے مقرب فرشتہ اور نبی بھی آگاہ نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر رہ نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۵) "الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ حالی والمعرفۃ راس مالی"[۲]

شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال، حقیقت میرا حال اور معرفت میرا راس المال ہے۔

یہ موضوعات صوفیا میں سے ہے، حدیث نہیں۔

عورتوں سے متعلق موضوع روایات

(۱) "ایاکم وخضراء الدمن فقیل ما خضراء الدمن قال المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء"[۳]

غلاظت کی سرسبزی سے پرہیز کرو، پوچھا گیا کہ غلاظت کی سرسبزی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا خوبصورت عورت بری جگہ میں۔

---

[۱] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱ [۲] کشف الخفا و مزیل الالباس ۴/۲

[۳] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۴

یہ روایت ساقط الاعتبار ہے اس کے راوی واقدی کی ائمہ حدیث نے تکذیب کی ہے۔

(۲) " لایفعلن احدکم امرا حتی یستشیر فان لم یجد من یستشیرہ فلیستشر امرأۃ ثم لیخالفھا فان فی خلافھا البرکۃ[۱]

تم میں سے کوئی اس وقت تک کوئی کام نہ کرے جب تک کسی سے مشورہ نہ کرلے، اگر مشورہ دینے کے لیے مرد نہ ملے تو عورت سے مشورہ کرے پھر اس کے خلاف کرے کیوں کہ عورت کے مشورہ کے خلاف کام کرنے میں برکت ہے۔

یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہؓ سے مشورہ کیا اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا[۲]

(۳) " ضاع العلم فی افخاذ النساء[۳] " علم عورتوں کی رانوں میں ضائع ہوگیا۔

یہ حدیث رسول نہیں ہے، اسی طرح کا ایک قول بشر الحافی کا مشہور ہے۔

(۴) " نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تقص الرویا علی النساء[۴] "

عورتوں سے خواب بیان کرنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔

یہ روایت موضوع ہے، عقیلی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) " اخروھن من حیث اخرھن اللہ[۵] "

عورتوں کو پیچھے رکھو جس طرح اللہ نے ان کو پیچھے رکھا ہے۔

اگرچہ صاحب ہدایہ نے اسے مرفوع حدیث قرار دیا ہے[۶] مگر ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے۔

(۶) " ثلاث لایرکن الیھا الدنیا والسلطان والمراۃ[۷] "

تین چیزوں کا سہارا نہیں لیا جاسکتا، دنیا، بادشاہ اور عورت۔

یہ روایت بھی درست نہیں ہے۔

---

[۱] المقاصد الحسنۃ ص۱۱ [۲] تاریخ الطبری ۶۳۷/۲

[۳] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۴۴/۲ [۴] اللآلی المصنوعۃ ۱۵۰/۲، المنار المنیف ص۱۳۲

[۵] موضوعات کبیر ص۱۹ [۶] ہدایہ ۱۰۳/۱ [۷] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۳۲۳/۱

(۷) "طاعۃ النساء ندامۃ"[1] عورتوں کی فرماں برداری میں شرمندگی ہے۔

یہ روایت بھی واہیات ہے۔

(۸) "اذا جامع احدکم زوجتہ فلا ینظر الی فرجھا فان ذالک یورث العمی"[2]

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو اس کی شرم گاہ کو نہ دیکھے کیونکہ اس سے اندھا پن ہوتا ہے۔

یہ حدیث درست نہیں، ابنِ حبان کہتے ہیں اس کا راوی کذابوں سے روایت کرتا تھا مگر ابنِ صلاح نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے[3]

(۹) "ان من برکۃ المرأۃ تبکیرھا بالانثی"[4]

عورت کی برکت میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے اسے بچی پیدا ہو۔

یہ روایت بھی موضوع ہے اس کا راوی علا موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۱۰) "ما من مسلم دنا من زوجتہ وھو ینوی ان حبلت منہ ان یسمیہ محمداً الا رزقہ اللہ ولداً ذکراً"[5]

جو مسلمان اپنی بیوی سے مباشرت اس نیت کے ساتھ کرے کہ اگر وہ حاملہ ہوئی تو بچہ کا نام محمد رکھے گا تو اللہ اسے لڑکا عطا کرے گا۔

یہ روایت تمامہ کذب وافترا ہے۔

(۱۱) "لولا النساء لعبد اللہ حقا حقا"[6]

اگر عورتیں نہ ہوتیں تو بندہ اللہ کی عبادت ٹھیک کرتا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۲) "النظر الی وجہ المرأۃ الحسناء والخضرۃ یزیدان فی البصر"[7]

خوبصورت عورتوں کے چہرہ کو دیکھنا اور سبزہ کو دیکھنا بینائی میں اضافہ کا باعث ہے۔

---

[1] موضوعات کبیر ص۵۵، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۲۸ [2] اللآلی المصنوعہ ۹۳/۲

[3] تمییز الطیب من الخبیث ص۱۴، التعقبات ص۲۵ [4] اللآلی المصنوعہ ۹۷/۲ [5] المنار المنیف ص۶۱

[6] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۲۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۴۲/۱ [7] ایضاً ص۱۶۵، کشف الخفا ومزیل الالباس ۳۱۷/۲

ابونعیم وغیرہ نے اسے بیان کیا ہے، صغانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(۱۳) " لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ ولا جمعۃ ولا اغتسال جمعۃ ولا تقدمھن امرأۃ ولکن تقوم فی وسطھن[۱] "

عورتوں پر اذان، اقامت، جمعہ کی نماز، جمعہ کے دن غسل واجب نہیں ہے، جو عورت امامت کرے وہ آگے نہ بڑھے بلکہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی ابن عبداللہ بن سعد ایلی ہے جو موضوعات کی روایت کرتا تھا۔

(۱۴) " شھوۃ النساء تضاعف شھوۃ الرجال[۲] "

عورتوں کی جنسی خواہش مردوں کی خواہش سے دوگنی ہوتی ہے۔ یہ بھی موضوع ہے

(۱۵) " اذا خطب احدکم المرأۃ فلیسأل عن شعرھا کما یسأل عن جمالھا فان الشعر احد الجمالین[۳] "

جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے تو اس کے حسن کی طرح بال کے بارے میں پوچھے اس لیے کہ بال دو خوبصورتیوں میں سے ایک ہے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی اسحاق ہے، دارقطنی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا۔

(۱۶) " اذا قالت المرأۃ لزوجھا ما رأیت منک خیرا قط فقد حبط عملھا[۴] "

جب بیوی شوہر سے یہ کہے کہ میں نے تم سے کوئی بھلائی نہیں پائی تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

(۱۷) " ثلاثۃ ان اکرمتھم اھانوک المرأۃ والعبد والفلاح[۵] "

اگر تم تین لوگوں کی تکریم کرو گے تو وہ تم کو ذلیل کریں گے، عورت، غلام، کاشتکار۔

یہ حدیث رسول نہیں بعض لوگوں نے اسے امام شافعی رحمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

---

[۱] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۲۶۹/۲ . [۲] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۲۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱۰/۲، المقاصد الحسنۃ ص۱۲۱ [۳] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱۱۴/۲

[۴] ایضاً ص۳ [۵] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۳۲۵/۱

(۱۸) " النساء مصابیح البیوت ولکن لا تعلموهن "[1]

عورتیں چراغ ہائے خانہ ہیں مگر تم نہیں جانتے۔

یہ روایت بے بنیاد ہے۔

(۱۹) " اتخذوا السراری فانھن مبارکات الارحام "[2]

سراری رکھو، ان کے شکم میں برکت ہوتی ہے۔

سراری ان باندیوں کو کہا جاتا ہے جو شب باشی کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ یہ روایت اور اس جیسی ساری روایات واہیات ہیں۔ سیوطی نے مستدرک حاکم کے حوالے سے اس کی ایک اور سند بیان کی ہے جو مرسل ہے۔[3]

کھانے پینے سے متعلق موضوع روایات

(۱) " الجوع کافر وقاتلہ من اھل الجنۃ "[4]

بھوک کافر ہے اور اہلِ جنت اس سے جنگ کرتے ہیں۔

یہ حدیث نہیں بلکہ عوامی جملہ ہے۔

(۲) " امرنا بتصغیر اللقمۃ فی الاکل وتدقیق المضغ "[5]

ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ کو چھوٹا کرنے اور کھانے کو چبانے کا حکم فرمایا۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں۔

(۳) " علیك بالملح فانہ شفاء من سبعین داء الجذام والبرص والجنون "[6]

نمک ضرور استعمال کرو کیوں کہ وہ ستر امراض کے لیے شفا ہے، جن میں جنون، کوڑھ اور برص بھی ہے۔

یہ روایت صحیح نہیں، اس کا راوی عبداللہ بن احمد بن عامر اہلِ بیت کی طرف منسوب کر کے جھوٹی روایات بیان کرتا تھا۔

---

[1] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۳۱۶ [2] المنار المنیف ص۱۳۳ [3] التعقبات علی الموضوعات ص۳۷

[4] تمییز الطیب من الخبیث ص۸۰ [5] المقاصد الحسنہ ص۹۶، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۹۷

[6] اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۱۵

(۴) "اکرموا الخبز فان اللہ تعالیٰ انزل الیہ برکات من فی الارض[1]"

روٹی کی عزت کرو کیوں کہ اہلِ زمین کے لیے اللہ نے اس میں برکت نازل کی ہے۔

یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔ اس کا راوی عبداللہ بن محمد الملطی حدیث وضع کرتا تھا البتہ حاکم نے اسے درست مانا ہے۔

(۵) "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع الخبز بالسکین[2]"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی کو چھری سے کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

یہ روایت بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔

(۶) "انما الباذنجان شفاء من کل داء ولا داء فیہ[3]"

بینگن ہر مرض کے لیے شفا ہے اور اس میں کوئی مرض نہیں۔

یہ روایت موضوع ہے، لمی نے اسے وضع کیا ہے۔

(۷) "جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشکا الیہ قلۃ الولد فامرہ باکل البیض والبصل[4]"

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اولاد کی کمی کی شکایت کی تو آپؐ نے اُسے انڈا اور پیاز کھانے کا حکم دیا۔

ابنِ حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۸) "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے پوچھا کیا آپؐ کو جنت کا کوئی کھانا دیا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، ہریسہ۔ میں نے اسے کھایا تو میری قوتِ مردانگی میں چالیس گنا اضافہ ہوا۔"[5]

یہ جھوٹی روایت ہے اس کو وضع کرنے والا محمد بن حجاج لخمی ہے جو ہریسہ فروش تھا۔

(۹) قلب المومن حلو یحب الحلاوۃ[6]"

مومن کا دل میٹھا ہے اور میٹھا اس کو پسند کرتا ہے۔

یہ ابنِ سہیل کی وضع کردہ روایت ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱۷۴/۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ص۱۲۱

[4] ایضاً ص۱۲۶ [5] ایضاً ص۱۲۷ [6] ایضاً ص۱۲۰، المنار المنیف ص۱۴۔

(۱۰) اپنی عورتوں کو وضع حمل کے ایام میں کھجور کھلاؤ جس عورت کو ان دنوں میں کھجور کھلائی جائے گی اس کا بچہ ذہین اور بردبار ہوگا۔ مریمؑ کا وضع حمل کے وقت یہی کھانا تھا۔[1]

یہ روایت موضوع ہے اس کے رواۃ سلیمان النخعی اور داؤد کذاب ہیں۔

(۱۱) "ان اللہ تعالیٰ خلق ادم من طین فحرم اکل الطین علی ذریتہ"[2]

اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس لیے اس کی اولاد پر مٹی کا کھانا حرام کر دیا۔

یہ روایت موضوع ہے، جعفر الجعفی نے اسے وضع کیا ہے۔ علامہ ذہبی کے بقول یہ شخص بے شمار حدیثیں وضع کرتا تھا۔

(۱۲) "من اکل القثاء بلحم وقی الجذام"[3]

جس نے گوشت ککڑی کے ساتھ کھایا وہ کوڑھ سے محفوظ رہا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۳) "النفخ فی الطعام یذھب البرکۃ"[4] کھانے میں پھونکنے سے برکت چلی جاتی ہے۔

یہ روایت موضوع ہے اور عبداللہ بن حارث کی گھڑی ہوئی ہے۔

(۱۴) "الاکل فی السوق دناءۃ"[5] بازار میں کھانا کمینگی ہے۔

یہ روایت بھی موضوع ہے، اس کا راوی محمد بن فرات کذاب تھا، یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت کے مخالف ہے کہ انھوں نے کہا "کنا ناکل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام (ترمذی) ہم عہد نبویؐ میں چلتے ہوئے کھاتے اور کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے۔

(۱۵) "سید طعام اھل الجنۃ اللحم"[6]

اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ اس روایت کا راوی سلیمان بن عطا مسلمہ بن عبداللہ سے موضوعات کی روایت کرتا تھا[7] ابن ماجہ، بیہقی اور طبرانی نے اسے بیان کیا ہے۔[8]

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۳۳۲ — [2] ایضاً ص۱۳۳ — [3] ایضاً ۲/۱۱۹ — [4] ایضاً ص۱۳۷
[5] ایضاً ص۱۳۰ — [6] ایضاً ص۱۲۱ — [7] التعقبات علی الموضوعات ص۳۱

(۱۶) "لا تقطعوا اللحم بالسکین فان ذالک من صنع الاعاجم[1]"
گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کیوں کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔
یہ روایت درست نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے بکری کا گوشت کاٹ کر کھایا[2]۔

(۱۷) "لوکان الارز رجلا لکان حلیما[3]"۔ اگر چاول انسان ہوتا تو بردبار ہوتا۔
یہ روایت موضوع ہے، چاول کے سلسلے کی تمام روایات موضوع ہیں۔

(۱۸) "الجوع کافر لایرحم علی صاحبہ[3]" بھوک کافر ہے، بھوکے پر رحم نہیں کرتی۔
یہ عوامی جملہ ہے حدیث رسول نہیں۔

(۱۹) لہسن، چاول، سبزی، بینگن، سیب، کشمش، انگور، تربوز، اخروٹ، پنیر اور ہریسہ وغیرہ کے فضائل میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں[4]۔
"سور المومن شفاء[5]" مومن کا جھوٹا شفا ہے۔
یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، اگرچہ ملا علی قاری نے معنی کے اعتبار سے اسے صحیح کہا ہے۔

(۲۰) "لا تمیتوا القلوب بکثرۃ الطعام والشراب فان القلب کالزرع یموت اذا کثر علیہ الماء[6]"
کھانے پینے کی زیادتی سے دلوں کو مردہ نہ کرو کیوں کہ قلب کھیتی کی مانند ہے جب پانی کی زیادتی ہوتی ہے تو کھیتی مرجاتی ہے۔
امام غزالی نے اسے بیان کیا ہے مگر علامہ عراقی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۲۱) "ما للنفساء عندی شفاء مثل الرطب ولا للمریض مثل العسل[7]"
میرے نزدیک بچہ جننے والی عورت کے لیے کھجور سے زیادہ اور مریض کے لیے شہد سے زیادہ کسی چیز میں شفا نہیں۔
ابو نعیم نے طب میں اسے بیان کیا ہے، اگرچہ موضوع ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱۲/۲، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۳۲۸ [2] موضوعات کبیر ص۹۶
[3] ایضاً ص۳۷ [4] ایضاً ص۱۲۶ [5] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۱۰۵
[6] ایضاً ۲/۱۵۴ [7] ایضاً ۱/۲۰۴

(۲۳) "من شرب العسل ثلاثة ایام فی کل شهر علی الریق عوفی من الداء الاکبر الفالج والجذام والبرص[1]"

جس نے ہر مہینہ میں تین دن شہد نہار منہ پیا وہ فالج، کوڑھ اور برص جیسے امراض کبیرہ سے بچا رہے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی علی بن عروہ حدیث وضع کرتا تھا۔

(۲۴) "ان اللّٰہ جعل لذة الاغنیاء فی طعام الفقراء[2]"

اللہ تعالیٰ نے فقراء کے کھانے میں امیروں کے لیے لذت رکھدی ہے۔

ابن حجر رہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

امراض وعلاج سے متعلق موضوع روایات

(۱) "المریض انینہ تسبیح وصیاحہ تکبیر، ونفسہ صدقة ونومہ عبادة، ونقلہ من جنب الی جنب جہاد فی سبیل اللّٰہ[3]"

مریض کی کراہ تسبیح ہے، اس کی چیخ تکبیر ہے۔ اس کی سانس صدقہ ہے، اس کا سونا عبادت ہے، اس کا کروٹ بدلنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

یہ من گھڑت روایت ہے، حافظ ابن حجر رہ کہتے ہیں کہ اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں۔ اس کا راوی کا مدار غالی شیعہ تھا۔

(۲) "من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینہ ابدا[4]"

جو عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگائے گا اس کو کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۳) "المعدة حوض البدن والعروق الیہا واردة[5]"

معدہ جسم کا حوض ہے اور نسیں اس میں آکر ملتی ہیں جب معدہ درست ہوگا تو نسیں بھی درست ہوں گی۔

---

[1] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۲/۱۸۴ [2] تمییز الطیب من الخبیث ص۵۱ [3] میزان الاعتدال ۲/۲۰۲، المقاصد الحسنۃ ص۱۵۱، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۲۰۶ [4] تمییز الطیب من الخبیث ص۱۶۱

[5] اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۱۳، میزان الاعتدال ۱/۱۴۴

یہ کسی حکیم کا کاروباری نسخہ ہے، حدیث نہیں، عقیلی نے اسے باطل اور بے اصل کہا ہے۔[1]

(۴) "آخر الطب الکی"[2] آخری علاج داغنا ہے۔

اطباء کے یہاں کی مقبول روایت ہے مگر حدیث نہیں، زبیدی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(۵) "المرض ینزل جملة واحدة والبرء ینزل قلیلا قلیلا"[3]

مرض یکبارگی آتا ہے اور شفا تھوڑی تھوڑی آتی ہے۔

حاکم، خطیب اور دیلمی وغیرہ نے اسے بیان کیا ہے مگر یہ ساقط الاعتبار ہے، نہ تو حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا قول۔

(۶) "المعدة بیت الداء والحمیة راس الدواء"[4]

پیٹ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز علاج کی بنیاد ہے۔

امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں اسے بیان کیا ہے مگر یہ حدیث نہیں بلکہ حارث بن کلدہ حکیم کا قول ہے۔

(۷) "الھریسة تشد الظھر"[5] ہریسہ پیٹھ کو مضبوط کرتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی ہریسہ فروش تھا۔ ہریسہ کی سب روایات ساقط الاعتبار ہیں۔

(۸) "من اکل فولة بقشرھا اخرج اللہ منه الداء مثلھا"[6]

جس نے لوبیا چھلکے کے ساتھ کھایا، اللہ اس کے دانہ کے مطابق کھانے والے کی بیماری دور کر دے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۹) "لا تکرھوا الرمد فانه یقطع عروق العمی، ولا تکرھوا الزکام فانه یقطع عروق الجذام ولا تکرھوا السعال فانه، یقطع الفالج ولا تکرھوا الدمامیل فانھا تقطع عروق البرص"[7]

آشوب چشم کو ناپسند نہ کرو کیوں کہ وہ اندھے پن کی رگوں کو کاٹ دیتا ہے زکام

---

[1] تحذیر المسلمین ص۱۲۷، المصنوع ص۳ [2] موضوعات کبیر ص۴۲

[3] المقاصد الحسنہ ص۳۸۱، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۲۰۱ [4] موضوعات کبیر ص۱۱۰

[5] المنار المنیف ص۵۵ [6] اللآلی المصنوعہ ص۲/۲۱۵

کو ناپسند نہ کرو کیوں کہ وہ کوڑھ کی رگوں کو کاٹ دیتا ہے، کھانسی کو ناپسند نہ کرو کیوں کہ وہ فالج کی رگوں کو کاٹ دیتا ہے اور پھوڑے کو ناپسند نہ کرو کیونکہ وہ برص کی رگوں کو کاٹ دیتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۰) "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل کل لیلۃ و یحتجم کل شھر و یشرب الدواء کل سنۃ[1]"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات غسل کرتے، ہر مہینہ سنگھی لگواتے اور ہر سال دوا پیتے تھے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی سیف بن اخت سفیان کذاب تھا۔

(۱۱) "لا یعاد المریض الا بعد ثلاث[2]" مریض کی تین دن سے پہلے عیادت نہ کی جائے۔

یہ حدیث موضوع ہے، ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے، مگر سیوطی نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے اور اس روایت کا دوسرا سلسلہ بھی بیان کیا ہے، مگر اس سلسلے میں بھی نوح بن مریم ہے جو متہم بالکذب ہے۔

(۱۲) "الجوز دواء والجبن داء فاذا صار فی الجوف صار شفاء[3]"

اخروٹ دوا ہے اور پنیر بیماری ہے جب یہ دونوں مل کر پیٹ میں جاتے ہیں تو شفا بن جاتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔

ایام و مقامات سے متعلق موضوع روایات

(۱) "فضل شھر رجب علی الشھور کفضل القرآن علی سائر الکلام، وفضل شھر شعبان علی الشھور کفضلی علی سائر الانبیاء، وفضل شھر رمضان کفضل اللہ

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۱۴ [2] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۱۴۹، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۷۵

[3] المنار المنیف ص۵۴

علی سائر العباد[۱]"

رجب کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے قرآن کی فضیلت دوسرے کلاموں پر، اور شعبان کے مہینے کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت دوسرے انبیاء پر، اور رمضان کے مہینہ کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے، جیسے اللہ کی فضیلت تمام بندوں پر۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۲) "لا تقولوا رمضان فان رمضان اسم من اسماء اللہ تعالیٰ ولکن قولوا شهر رمضان[۲]"

رمضان نہ کہو کیوں کہ رمضان اللہ کا ایک نام ہے لیکن شہر رمضان کہو۔

یہ روایت واہیات ہے اور ان صحیح روایات کے بھی خلاف ہے جس میں صرف رمضان کہا گیا ہے[۳]۔

مثلاً۔ "اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جهنم وسلسلة الشیاطین[۳]"

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

(۳) تکون فی رمضان صیحۃ توقظ النائم وتقعد القائم وتخرج العواتق من خدورها وفی شوال همهمة وفی ذی القعدة تتمیز القبائل بعضها الی بعض وفی ذی الحجۃ تراق الدماء وفی المحرم امر عظیم[۴]"

رمضان میں دھماکا ہوگا سونے والا اٹھ جائے گا، کھڑا آدمی بیٹھ جائے گا، عورتیں اپنے پردوں سے نکل پڑیں گی، شوال میں چیخ وپکار ہوگی، ذی قعدہ میں قبائل ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے، ذی الحجہ میں خون بہایا جائے گا، محرم میں امر عظیم واقع ہوگا۔

---

[۱] المقاصد الحسنہ ص۱۹۱، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۸۵   [۲] الاباطیل والمناکیر ۲/۸۸

[۳] بخاری کتاب الصوم   [۴] اللآلی المصنوعہ ۲/۲۰۶

یہ روایت موضوع ہے، عقیلی نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

(۴) "رجب شهر الله وشعبان شهري ورمضان شهر امتي"[1]

رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

موضوع روایت ہے۔

(۵) "لا تغفلوا عن اول ليلة في الرجب فانها ليلة يسميها الملئكة الرغائب"[2]

رجب کی پہلی رات سے غافل نہ رہو کیوں کہ یہ وہ رات ہے جسے فرشتے رغائب کا نام دیتے ہیں۔

لیلۃ الرغائب اور صلوٰۃ الرغائب کی جو روایات عوام میں معروف ہیں سب موضوع اور بے بنیاد ہیں۔

(۶) "جب نصف شعبان ہو تو رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب کے وقت سماء دنیا پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے "ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں، ہے کوئی مصیبت کا مارا کہ میں اسے عافیت دوں۔ یہ اعلان صبح صادق تک ہوتا ہے"۔

اس کی سند میں ابو بکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ القرشی العامری المدنی ہے۔ جس پر محدثین وضع حدیث کا الزام لگاتے ہیں۔ اور عبداللہ اور صالح اپنے والد امام احمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا "وہ حدیث وضع کرتا تھا"[3]

(۷) "من اصبح يوم الجمعة صائما وعاد مريضا واطعم مسكينا وشيع جنازة لم يتبعه ذنب اربعين سنة"[4]

جس نے جمعہ کے دن روزہ رکھا اور مریض کی عیادت کی، مسکین کو کھانا کھلایا اور جنازہ کے ساتھ چلا، چالیس سال تک گناہ اس کا پیچھا نہیں کرے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

---

[1] المنار المنیف ص۹۵ ، موضوعات کبیر ص۱۱۱ [2] المنار المنیف ص۹۵

[3] تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان [4] اللآلی المصنوعہ ۲/۱۵

(۸) ہفتہ کے دنوں یا راتوں کی الگ الگ فضیلت، مثلاً جمعہ کی رات کی نماز، شنبہ کی رات کی نماز اور یک شنبہ تا جمعرات کی راتوں کی نماز کے سلسلہ میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب موضوع اور واہیات ہیں[1]۔ چناں چہ علامہ ابن قیم الجوزی لکھتے ہیں "کل احادیثھا کذب[2]" ان دنوں کی ساری روایات باطل ہیں۔

(۹) "اذا کانت سنۃ ثلاثین ومائۃ کان الغرباء قران فی جوف ظالم ومصحف فی بیت قوم لا یقرا فیہ ورجل صالح بین قوم سوء[3]"

جب ایک سو تیس سال گذرے گا تو تین چیزیں اجنبی ہوں گی، قرآن ظالم کے سینہ میں اور قرآن ایسے لوگوں کے گھر میں جہاں تلاوت نہ ہو اور نیک آدمی بُرے لوگوں میں۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۰) "اذا کانت سنۃ خمس وثلاثین ومائۃ خرجت شیاطین کان حبسھم سلیمان بن داؤد فی جزائر البحر معھم تسعۃ اعشارھم الی العراق یجادلونھم بالقران وعشر بالشام[4]"

جب ایک سو پینتیس سال پورا ہو گا تو وہ شیاطین نکل پڑیں گے جن کو سلیمانؑ نے سمندر کے جزیروں میں قید کر دیا تھا۔ شیاطین کا نو حصہ تو عراق جائے گا اور اہلِ عراق سے قرآن سے مجادلہ کرے گا اور دسواں حصہ شام جائے گا۔

یہ روایت بھی واہیات میں سے ہے۔

(۱۱) "اذا اتت علی امتی ثلاث مائۃ وثمانون سنۃ فقد حلت لھم العزبۃ والترھب علی رؤس الجبال[5]"

جب میری امت پر تین سو اسی سال کا عرصہ گذرے تو ان کے لیے تجرد کی زندگی اور پہاڑوں میں جا کر رہبانیت اختیار کر لینا جائز ہو گا۔

---

[1] موضوعات کبیر ص۱۱۱ [2] المنار المنیف ص۹۵ [3] ایضاً ص۱۱۱

[4] المنار المنیف، اللآلی المصنوعہ ۱/۱۲۹ [5] المنار المنیف ص۱۱۱

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شنبہ کا دن مکر و فریب کا دن ہے، صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ قریش نے اس دن مکر و فریب کا ارادہ کیا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی" وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا " اور یکشنبہ کا دن شجرکاری اور تعمیر کا دن ہے، صحابہؓ نے پوچھا ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس دن جنت کی تعمیر ہوئی اور اس میں شجرکاری کی گئی، دوشنبہ کا دن سفر اور تجارت کا دن ہے، اور سہ شنبہ کا دن خون کا دن ہے، صحابہؓ نے پوچھا ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اس دن آدمؑ کے بیٹے نے اپنے بھائی کا خون کیا، اور چہار شنبہ کا دن منحوس دن ہے، اس دن اللہ نے قوم عاد پر آندھی بھیجی، اسی دن فرعون پیدا ہوا، اسی دن خدائی کا دعویٰ کیا اور اسی دن وہ ہلاک کیا گیا۔ جمعرات کا دن سلطان کے پاس جانے اور ضرورتیں پوری کرنے کا دن ہے، صحابہؓ نے پوچھا ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس دن حضرت ابراہیمؑ مصر کے بادشاہ کے پاس گئے تو آپ کی زوجہ کو اس نے واپس کر دیا اور آپ کی ضرورت پوری کی، اور جمعہ کا دن پیغام بھیجنے کا اور نکاح کا دن ہے، صحابہؓ نے پوچھا ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ انبیاء اس دن پیغامِ نکاح بھیجتے اور نکاح کرتے ہیں کیوں کہ جمعہ کے دن میں برکت ہے"۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی یحییٰ ناقابلِ اعتبار ہے۔[1]

(۱۳) " مكة آية الشرف والمدينة معدن الدين والكوفة فسطاط الاسلام والبصرة فخر العابدين والشام معدن الاسلام ومصر عش ابليس وكهفه ومستقره[2] "

مکہ شرف کی علامت ہے، مدینہ دین کی کان ہے، کوفہ اسلام کا خیمہ ہے، بصرہ

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۱/۲۵۰ [2] ایضاً ص ۴۳۲

فجر عابدین ہے، شام معدن اسلام ہے اور مصر ابلیس کی قیام گاہ ہے۔
یہ روایت بھی ساقط الاعتبار ہے۔

(۱۴) "اربع مدائن من مدن الجنة فی الدنیا مکة والمدینة وبیت المقدس ودمشق واربع مدائن من مدن النار فی الدنیا القسطنطنیة والطبریة وانطاکیة المحترقة وصنعاء"[۱]

دنیا میں چار شہر جنت کے شہر ہیں، مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور دمشق، اور چار شہر دوزخ کے شہر ہیں، قسطنطنیہ، طبریہ، انطاکیہ اور صنعاء۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ولید کذاب تھا۔

(۱۵) "یاتی علی الناس زمان یکون افضل الرباط رباط جدة"[۲]

لوگوں پر ایک وہ وقت آئے گا جب کہ بہترین بندرگاہ جدہ ہوگا۔

اس کا راوی ابن بیلمانی ساقط الاعتبار ہے۔ یہ اپنے باپ سے دو سو موضوع روایات بیان کرتا تھا۔
علامہ ابن قیم الجوزی لکھتے ہیں۔

"کل حدیث فی مدح بغداد او ذمها والبصرة والکوفة ومرو وعسقلان واسکندریة ونصیبین وانطاکیة فهو کذب"[۳]

ہر وہ روایت جس میں بغداد، بصرہ، کوفہ، مرو، عسقلان، اسکندریہ، نصیبین، انطاکیہ وغیرہ کی مدح یا مذمت ہو وہ باطل ہے۔

(۱۶) "تذهب زینة الدنیا سنة خمس وعشرین ومائة سنة"[۴]

دنیا کی زینت ایک سو پچیس سال میں چلی جائے گی۔

یہ روایت موضوع ہے اس کے راوی حبیب بن ابی حبیب کے بارے میں ابوداؤد کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ جھوٹا تھا، ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ زہری سے موضوعات کی روایت کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی تمام احادیث موضوع ہیں۔

---

[۱] اللآلی المصنوعة ص ۲۳۳، المنار المنیف ص ۱۱۴ [۲] اللآلی المصنوعة ۱/۲۳۹

[۳] المنار المنیف ص ۱۱۱ [۴] میزان الاعتدال ۱/۲۱۱، تقریب التہذیب ص ۶۰، اللآلی المصنوعة ۲/۲۰۹

والدین سے متعلق موضوع روایات

(۱) "ان الناس یدعون یوم القیمۃ بامھاتھم لا بآبائھم" [۱]

قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے حوالہ سے پکارے جائیں گے۔

یہ حدیث موضوع ہے اور اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ لوگ اپنے آبا کے حوالہ سے پکارے جائیں گے۔[۲]

(۲) "اذا دعت احدکم امہ وھو فی الصلوٰۃ فلیجب واذا دعا ابوہ فلا یجب"[۳]

جب تم میں سے کسی کو اس کی ماں بلائے اور وہ نماز میں مشغول ہو تو اسے جواب دے اور جب باپ بلائے تو نہ جواب دے۔

یہ روایت بھی خودساختہ ہے اس کے راوی عبدالعزیز ابن آبان قریشی اموی کے سلسلہ میں یحییٰ بن معین وغیرہ نے کہا کہ کذاب ہے۔ یہ شخص جھوٹی احادیث کی اشاعت کرتا ہے۔

(۳) "ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لعاق فلا یزال یدعو لھما حتی یکتبہ عند اللہ بارا" [۴]

جب بندہ کے والدین یا ان میں سے ایک اس حالت میں مرجائیں کہ وہ ان کا نافرمان تھا تو جب تک ان کے لیے وہ دعا کرتا رہے گا اللہ کے نزدیک فرماں بردار قرار دیا جائے گا۔

یہ حدیث موضوع ہے اس کا راوی لاحق کذاب ہے حدیث وضع کرنا اس کا شیوہ تھا۔

(۴) "ایک نوجوان مرض الموت میں گرفتار تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ، اس نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا میرے دل پر تالا سا پڑا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس کے والدین زندہ ہیں؟ لوگوں نے کہا ماں زندہ ہے، آپ نے اسے بلایا

---

[۱] موضوعات کبیر ص۴۹ [۲] بخاری، باب یدعی الناس یوم القیامۃ بآبائھم [۳] موضوعات کبیر ص۱۱۳
[۴] اللآلی المصنوعۃ ۱۶۰/۲

اور فرمایا کیا تم اپنے بیٹے سے راضی ہو، اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ گواہ رہیں میں راضی ہوں۔ تو آپ ﷺ نے لڑکے سے کہا کہو لا الٰہ الا اللہ تو لڑکے کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ جاری ہوا[1]۔

یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی داؤد کذاب تھا۔

(۵) "من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفر لہ وکتب برا[2]"

جس نے ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کے گناہ معاف ہوں گے اور وہ فرماں بردار قرار دیا جائے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۶) "رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد[3]"

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

یہ حدیث مرفوع نہیں البتہ موقوف ہے۔

(۷) "ان اللہ یدعو الناس یوم القیٰمۃ بامھاتھم سترا منہ علی عبادہ[4]"

اللہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے حوالہ سے پکارے گا اپنے بندہ کی پردہ پوشی کی خاطر۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس حدیث کے معارض ہے جس میں "انکم تدعون یوم القیٰمۃ باسمائکم واسماء آبائکم[5]" تم قیامت میں اپنے ناموں سے اور اپنے آبا کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔

(۸) "دعاء الوالد لولدہ مثل دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ[6]"

باپ کی دعا اپنے بچے کے لئے ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اپنی امت کے لئے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا یہ روایت منکر اور باطل ہے، اس کا راوی سعد بن حبیب ناقابلِ اعتبار ہے۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۵۹ [2] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۶۵

[3] المقاصد الحسنۃ ص ۲۱۱، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۴۳۱

[4] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۲۴۷، میزان الاعتدال ۱/۲۸۱ [5] ابوداؤد، کتاب الادب

[6] اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۵۹

متفرق موضوعات

(۱) "السلطان ظل اللہ فی الارض من نصحه هدی ومن غشه ضل"[1]

زمین پر سلطان اللہ کا سایہ ہے جس نے اس کی خیر خواہی کی ہدایت یاب ہوا اور جس نے اسے دھوکہ دیا گمراہ ہوا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۲) "اتخذوا السراویلات فانها من استر ثیابکم وحصنوا بها نساءکم اذا خرجن"[2]

پاجامہ پہنو کیوں کہ وہ کپڑوں میں سب سے زیادہ پردہ پوش ہے اور اپنی عورتوں کو پہناؤ، جب وہ گھر سے نکلتی ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۳) "الانبیاء سادة اهل الجنة والعلماء قواد اهل الجنة واهل القرآن عرفاء اهل الجنة"[3]

انبیا اہل جنت کے سردار ہیں علما اہل جنت کے رہنما ہیں اور اہل قرآن اہل جنت کے ترجمان ہیں۔

اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا راوی مجاشع کذاب ہے۔

(۴) "رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه"[4]

میری امت سے خطا، بھول اور جس پر اسے مجبور کر دیا جائے معاف ہے۔

یہ روایت فقہاء اور عوام میں بہت معروف ہے مگر یہ درست نہیں، ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس مضمون کی احادیث کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے کہا اس قدر منکر ہیں گویا موضوع ہیں۔

---

[1] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۱/۴۸۷ [2] ایضاً ۲/۶۶

[3] اللآلی المصنوعة ۱/۱۲۷ [4] المقاصد الحسنة ص۲۳۰

(۵) «الاقتصاد فی الصدقۃ نصف المعیشۃ والتودد الی الناس نصف العقل وحسن السؤال نصف العلم[1]»

صدقہ میں اعتدال آدھی معیشت ہے، لوگوں سے محبت آدھی عقل ہے اور حسن سوال آدھا علم ہے۔

ابن ابی حاتم الرازی رہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا ھذا حدیث باطل، یہ حدیث باطل ہے اور اس کے دو رواۃ مخیس اور حفص مجہول ہیں۔

(۶) «تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز لہ العرش[2]»

شادی کرو اور طلاق نہ دو کیوں کہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی عمرو بن جمیع کذاب ہے۔

(۷) «انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا[3]»

اے بلال خرچ کرو اور خدا سے تنگی کا خوف نہ کرو۔

علامہ سخاوی رہ کہتے ہیں کہ "لم اقف لہ اصلا" مجھے نہیں معلوم کہ اس کی کوئی بنیاد بھی ہے۔

(۸) «خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقمنا فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم[4]»

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔

اس کے رواۃ ابو مرزوق اور ابو غالب ساقط الاعتبار ہیں۔

(۹) «السخاء شجرۃ فی الجنۃ اغصانھا متدلیات الی الارض فمن اخذ منھا غصنا قادہ ذلک الغصن الی الجنۃ»[5]

فیاضی جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین میں لٹکی ہوئی ہیں جو ان میں سے کسی شاخ کو پکڑے گا وہ اسے جنت میں لے جائے گی۔

---

[1] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۸۷ [2] ایضاً ص ۱۰۹

[3] المقاصد الحسنۃ ص ۱۴۰ [4] تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص ۱۱۲ [5] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۶۳

(۱۱) "الدنیا مزرعة الآخرة"[1] دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

بات اگرچہ درست ہے مگر یہ روایت موضوع ہے۔

(۱۲) "انفق ما فی الجیب یاتك ما فی الغیب"[2]

جو تمہارے پاس ہو اسے خرچ کرو تو غیب سے تمہارے پاس آئے گا۔

یہ حدیث نہیں ہے۔

(۱۳) "التوکأ علی العصا من سنة الانبیاء"[3]

لاٹھی پر ٹیک لگانا انبیاء کی سنت ہے۔

اس کی کوئی بنیاد نہیں یہ موضوع روایت ہے۔

(۱۴) "من اخذ لقمة من مجری الغائط او البول فغسلها ثم اکلها غفر له"[4]

جس نے پاخانہ یا پیشاب کی جگہ سے لقمہ اٹھایا اور دھو کر کھالیا اس کی مغفرت ہو گئی۔

(۱۵) "المصائب مفاتیح الارزاق"[5] مصیبتیں رزق کی کنجی ہیں۔

یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

(۱۶) "من اسلم علی یدیه رجل وجبت له الجنة"[6]

جس کے ہاتھ پر کوئی مسلمان ہو اس کے لیے جنت واجب ہے۔

علامہ صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(۱۷) "احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی، وکلام اهل الجنة عربی"[7]

عربوں سے تین وجوہ سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

(۱۸) "الزنجی اذا شبع زنی واذا جاع سرق"[8]

نیگرو جب آسودہ ہوگا تو زنا کرے گا، بھوکا ہوگا تو چوری کرے گا۔

---

[1] تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۸۵ [2] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲۱۲/۱ [3] ایضاً ۳۲۱/۱

[4] المنار المنیف ص۶۴ [5] تمیز الطیب من الخبیث ص۱۹۰

[6] کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲۲۶/۲ [7] المقاصد الحسنہ ص۱۰ [8] اللآلی المصنوعة ۲۲۶/۱

(۱۹) امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاغنیاء باتخاذ الغنم والفقراء باتخاذ الدجاج[1]"

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال داروں کو بکریاں اور ناداروں کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا۔

(۲۰) " من اجلال اللہ ومعرفة حقه الا تشکوا وجعك ولا تذکر مصیبتك[2]"

اللہ کی جلالت شان اور اس کے حق کی معرفت کا تقاضا ہے کہ اپنے درد کی شکایت اور مصیبت کا تذکرہ نہ کرو۔

(۲۱) " الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم فضیقوا مجاریه بالجوع[3]"

شیطان ابن آدم کے شریانوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو اس کا راستہ بھوک کے ذریعے تنگ کرو۔

امام غزالی رح نے اسے حدیث سمجھ کر احیاء العلوم میں نقل کیا ہے مگر یہ حدیث نہیں بلکہ بعض صوفیا کا قول ہے۔

(۲۲) "حضرت علی رض نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت کی شکایت کی تو آپ نے کبوتر کا جوڑا پالنے اور اس کے غٹرغوں کرتے وقت ذکر اللہ کا حکم دیا[4]"

(۲۳) " اهل الشام سوط اللہ فی ارضه ینتقم بهم ممن یشاء من عباده[5]"

اہل شام زمین میں اللہ کا کوڑا ہیں اللہ ان کے ذریعہ جس بندہ سے چاہتا ہے بدلہ لیتا ہے۔

(۲۴) " ست خصال تورث النسیان اکل سور الفار، والقاء القمل فی النار وهی حیة والبول فی الماء الراکد وقطع القطار ومضغ العلك واکل التفاح الحامض[6]"

چھ خصلتیں نسیان پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جھوٹا کھانا، زندہ کھٹمل کو آگ میں ڈالنا، ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا، قطار کاٹنا، گوند چبانا اور کھٹا سیب کھانا۔

---

[1] اللآلی المصنوعة ۲/۲۳ [2] تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۸۹ [3] موضوعات کبیر ص۳۴

[4] اللآلی المصنوعة ۲/۱۲۵ [5] سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۱/۲۳ [6] المنار المنیف ص۹۵

(۲۵) "احادیث مدح العزوبة کلها باطل[1]"

کنوارے پن کی تعریف کرنے والی ساری روایات باطل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ کی کوئی روایت ثابت نہیں۔

(۲۶) "من تزیا بغیر زیہ فقتل فدمہ ھدر[2]"

جس نے دوسرے کی شباہت اختیار کی اور مارا گیا تو اس کا خون معاف ہے۔

یہ روایت بے بنیاد ہے، اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی جن سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سانپ بن آیا تھا اور کسی انسان نے اُسے مار ڈالا تھا اس کے قتل کا مقدمہ جن کی عدالت میں پہنچا تو "قتل الموذی قبل الایذا" کی روایت بیان کی گئی اور ایک جن نے اس کی اس طرح تصدیق کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے خود سنا ہے، اس روایت کا کوئی حصہ ثابت نہیں۔

(۲۷) "اذا ختم احدکم فلیقل اللھم انس وحشتی فی قبری[3]"

جب تم میں سے کوئی قرآن ختم کرے تو یہ دعا کرے "اللھم انس وحشتی فی قبری" (اے اللہ وحشت قبر دور کرنا)

یہ دعا بالعموم قرآن کے آخر میں لکھی ہوئی ملتی ہے مگر یہ ثابت نہیں، اس کا راوی احمد بن عبد اللہ جویباری ہے جو کذب میں مشہور تھا۔

(۲۸) "لولا کذب السائل ما افلح من ردہ[4]"

اگر سائل جھوٹ نہ بولے تو اسے واپس کرنے والا فلاح نہ پائے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

(۲۹) "شھادة المرأ علی نفسہ شھادتین[5]"

آدمی کی اپنے خلاف گواہی دو گواہی کے برابر ہے۔

عبد الرحمٰن الشیبانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

---

[1] المنار المنیف ص۱۲۷ [2] تمیز الطیب من الخبیث ص۲۰۲

[3] تذکرة الموضوعات للفتنی ص۸۷ [4] المنار المنیف ص۱۲۵ [5] تمیز الطیب من الخبیث ص۱۰۱

(۳۰) "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اسے تم یاد کر لو، اگر تم نے اسے یاد کر لیا تو ہمیشہ عافیت میں رہو گے۔ اے علی! مومن کی تین علامتیں ہیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ، اور متکلفین کی تین علامتیں ہیں۔ موجودگی میں چاپلوسی کرے، غائبانہ میں غیبت کرے اور دوسروں کی مصیبت پر خوش ہو۔ مرائی کی تین علامتیں ہیں۔ جب تنہا ہو تو نماز میں سستی کرے اور لوگوں کے درمیان ہو تو پابندی کرے اور یہ پسند کرے کہ ہر معاملہ میں اس کی تعریف ہو۔ ظالم کی تین علامتیں ہیں، کمزوروں پر حاوی رہے، طاقت ور کی معصیت کرے اور ظلم میں مدد کرے۔" [۱]

علامہ سیوطی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(۳۱) "ان آدم اهبط بالهند ومعه السندان والمطرقة والكلبتين واهبطت حوا بجدة" [۲]

آدم کو ہندوستان میں اتارا گیا اور ان کے ساتھ نہائی، ستھوڑا اور زنبورہ تھا اور حوا جدہ میں اتاری گئیں۔

یہ روایت ساقط الاعتبار ہے اس کا راوی ابراہیم بن سالم مناکیر روایت میں مشہور تھا اور یہ روایت انہی مرویات میں سے ہے۔

(۳۲) "من صافح يهوديا او نصرانيا فليتوضأ او يغسل يده" [۳]

جس نے کسی یہودی یا عیسائی سے معانقہ کیا وہ یا تو وضو کرے یا ہاتھ دھوئے

یہ بھی موضوع ہے۔ اس کا راوی ابراہیم بن ہانی باطل احادیث کی روایت میں مشہور تھا۔

(۳۳) جس نے شراب پی وہ ناپاک ہو گیا اور چالیس دنوں تک اس کی نماز فاسد ہوئی اور اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ کافر ہو کر مرا۔ [۴]

اس کا راوی ابراہیم بن عبداللہ کذاب تھا اور موضوع احادیث کی روایت کرتا تھا۔

---

[۱] اللآلی المصنوعة ۲/۲۰۰ [۲] میزان الاعتدال ۱/۱۷ [۳] ایضاً ۳۲
[۴] ایضاً ۱/۲۰

(۳۴) "ایما امرأة خرجت من غیر امر زوجها کانت فی سخط اللہ حتی ترجع الی بیتها او رضی عنها" ؎۱

جو عورت شوہر کے حکم کے بغیر گھر سے نکلتی ہے وہ اس وقت تک اللہ کی ناراضگی میں ہوتی ہے جب تک وہ گھر نہ لوٹے یا اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

اس حدیث کا راوی ابراہیم بن ہدبہ ہے جسے ابو حاتم وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔

(۳۵) "اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدء وهم بالسلام واضطروهم الی اضیقها" ؎۲

جب راستہ میں تمہاری ملاقات مشرکین سے ہو تو ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور ان کو تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو۔

اس کا راوی حماد بن عمرو النصیبی ہے، جوزقانی کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ بخاری نے اسے منکر الحدیث اور نسائی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

(۳۶) "حبك الشئ یعمی و یصم" ؎۳

تمہاری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

علامہ صغانی اور علامہ قزوینی نے اسے موضوع کہا ہے مگر حافظ صلاح الدین العلائی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں ؎۴

(۳۷) "الوضوء علی الوضوء نور" ؎۵

وضو پر وضو کرنا نور ہے۔

اس کا مفہوم اگرچہ صحیح ہے مگر روایت ثابت نہیں۔ امام غزالی نے بغیر سند کے ذکر کر دیا ہے

(۳۸) "اذا صدقت المحبة سقطت شروط الادب" ؎۶ محبت سچی ہوتی ہے تو ادب کی شرطیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ یہ حدیث نہیں، بعض نے جنید بغدادی کا قول کہا ہے۔

؎۱ میزان الاعتدال ص۴۲ ؎۲ ایضاً ۱/۲۸۰

؎۳ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۹۹ ؎۴ عون المعبود شرح سنن ابو داؤد، کتاب الادب

؎۵ المقاصد الحسنۃ ص۲۱۲ ؎۶ المصنوع فی احادیث الموضوع ص۴

حوالہ جات

۱۔	الاباطیل والمناکیر	حسین بن ابراہیم الجوزقانی	جامعہ سلفیہ بنارس ۱۴۰۴ھ
۲۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین السیوطی	مطبع ازہریہ مصر ۱۳۴۳ھ
۳۔	الآثار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ	عبدالحی فرنگی محلی	لکھنؤ ۱۳۰۴ھ
۴۔	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر
۵۔	الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر	محمد بن ابو شہبہ	مکتبۃ السنۃ قاہرہ ۱۴۰۸ھ
۶۔	اصح السیر	عبدالرؤف دانا پوری	کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۵۵ء
۷۔	الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف	ولی اللہ محدث الدہلوی	دار النفائس بیروت ۱۳۹۷ھ
۸۔	الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث	حافظ اسماعیل بن کثیر	دار الفکر بیروت
۹۔	تاریخ الرسل والملوک	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری	دار المعارف مصر ۱۹۶۱ء
۱۰۔	تاریخ القرآن	عبداللطیف رحمانی	شاہ ابو الخیر اکیڈمی دہلی
۱۱۔	تاریخ التمدن الاسلامی	جرجی زیدان	دار الہلال مصر
۱۲۔	تحذیر المسلمین من الاحادیث الموضوعۃ	محمد بن بشیر ظافر الازہری	مکتبۃ دار التراث مدینۃ المنورہ ۱۹۸۸ء
۱۳۔	تحقیق معنی السنۃ	سید سلیمان الندوی	المطبعۃ السلفیہ مصر ۱۳۷۷ھ
۱۴۔	تدریب الراوی	جلال الدین السیوطی	دار الکتب الحدیثیہ مصر ۱۳۸۵ھ
۱۵۔	تدوین حدیث	مناظر احسن گیلانی	مکتبہ تھانوی دیوبند ۱۹۸۳ء
۱۶۔	تذکرۃ الحفاظ	ابو عبداللہ شمس الدین الذہبی	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۷۵ھ
۱۷۔	تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر بن علی الفتنی	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۳ھ
۱۸۔	تذکرۃ الموضوعات	محمد بن طاہر المقدسی	المطبعۃ محمودیہ مصر ۱۹۳۵ء
۱۹۔	التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین السیوطی	المطبعۃ العلوی الہند ۱۳۰۳ھ
۲۰۔	تفسیر القرآن العظیم	اسماعیل بن کثیر	مکتبہ مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۲۹ء

۲۱۔ تقریب التہذیب	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	نول کشور لکھنؤ
۲۲۔ تکمیل الارشاد	عبداللطیف رحمانی	مطبع احمدی علی گڑھ
۲۳۔ تمییز الطیب من الخبیث	عبدالرحمٰن بن علی الشیبانی	مطبع عامرہ مصر ۱۳۲۴ھ
۲۴۔ تہذیب التہذیب	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۲۵ھ
۲۵۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول	مبارک بن محمد ابن اثیر جزری	بیروت ۱۹۶۹ء
۲۶۔ جامع بیان العلم	ابو عمر یوسف بن عبدالبر	مکتبہ فنیہ قاہرہ ۱۴۰۲ھ
۲۷۔ الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل البخاری	اصح المطابع دہلی
۲۸۔ حجۃ اللہ البالغہ	ولی اللہ محدث الدہلوی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۲۹۔ الحدیث النبوی	محمد الصباغ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۱ھ
۳۰۔ حدیث کا درایتی معیار	محمد تقی امینی	ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۸۰ء
۳۱۔ دراسات فی الجرح والتعدیل	ضیاء الرحمٰن الاعظمی	جامعہ سلفیہ بنارس ۱۴۰۳ھ
۳۲۔ دلائل النبوۃ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۲۰ھ
۳۳۔ رسالہ قشیریہ	ابوالقاسم عبدالکریم القشیری	مطبعۃ مصطفیٰ مصر ۱۳۵۹ھ
۳۴۔ ریاض الصالحین	محی الدین ابو زکریا النووی	مطبع المشہد الحسینی قاہرہ
۳۵۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ اول	محمد ناصر الدین البانی	المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
۳۶۔ " دوم	"	المکتب الاسلامی ریاض ۱۳۹۹ھ
۳۷۔ " چہارم	"	" " " ۱۹۸۸ء
۳۸۔ السنن	سلیمان بن اشعث ابوداؤد	مطبع مجیدیہ کانپور
۳۹۔ السنن	ابو عبداللہ ابن ماجہ القزوینی	احمد المطابع لکھنؤ
۴۰۔ السنن	محمد بن عیسیٰ الترمذی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۴۱۔ السنن	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	مطبع نظامی کانپور
۴۲۔ السنن	احمد بن شعیب النسائی	مطبع مجتبائی دہلی
۴۳۔ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی	مصطفیٰ السباعی	مکتبہ دارالعروبہ قاہرہ ۱۳۸۰ھ

۴۴۔ سنت کی آئینی حیثیت	سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۶ء
۴۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ الاندلسی	فاروقی کتب خانہ ملتان
۴۶۔ شرح سفر السعادۃ	عبدالحق محدث الدہلوی	افضل المطابع کلکتہ ۱۲۵۲ھ
۴۷۔ الصحیح	مسلم بن حجاج النیشاپوری	اصح المطابع دہلی
۴۸۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ	تاج الدین السبکی	المطبعۃ الحسینیہ مصر (طبع اول)
۴۹۔ علل حدیث	عبدالرحمان الرازی	المطبعۃ السلفیہ قاہرہ ۱۳۴۳ھ
۵۰۔ علوم الحدیث ومصطلحہ	صبحی الصالح	المطبعۃ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ
۵۱۔ عثمان ذی النورین رض	سید احمد اکبرآبادی	ندوۃ المصنفین دہلی
۵۲۔ فتح الباری	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	المطبعۃ الکبریٰ المنیریہ مصر ۱۳۰۱ھ
۵۳۔ فتح الملہم	شبیر احمد عثمانی	ادارہ شرکت علمیہ دیوبند
۵۴۔ فتاویٰ ابن تیمیہ	تقی الدین ابن تیمیہ	ریاض ۱۳۹۸ھ
۵۵۔ تبلیغی نصاب (فضائل اعمال)	محمد زکریا کاندھلوی	ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی
۵۶۔ فوائد الفواد	امیر حسن علا سنجری	نول کشور لکھنؤ
۵۷۔ قانون الموضوعات	محمد طاہر بن علی الفتنی	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۳ھ
۵۸۔ قواعد التحدیث	محمد جمال الدین القاسمی	دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۳۰۳ھ
۵۹۔ کتاب الامداد	عبداللہ بن سالم البصری	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۲۸ھ
۶۰۔ کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۹۰ھ
۶۱۔ الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	مطبع لیسی کلکتہ ۱۲۷۶ھ
۶۲۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس	اسماعیل بن محمد العجلونی	احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۵۱ھ
۶۳۔ 〃 دوم	〃	۱۳۵۲ھ
۶۴۔ کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ (حاجی خلیفہ)	المطبعۃ الاسلامیہ طہران ۱۳۸۷ھ
۶۵۔ کنز العمال	علاء الدین علی المتقی	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۶۴ھ
۶۶۔ اللآلی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ	جلال الدین السیوطی	المطبعۃ الادبیہ مصر ۱۳۱۷ھ

۶۷۔ لسان المیزان	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۲۹ھ
۶۸۔ مثنوی مولوی معنوی	جلال الدین رومی	سب رنگ کتاب گھر دہلی
۶۹۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ	حمید اللہ	بیروت ۱۹۶۹ء
۷۰۔ مختصر من خلاصۃ للطیبی	علامہ طیبی	مطبع درج نہیں
۷۱۔ المسند	احمد بن حنبل	" "
۷۲۔ مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ خطیب التبریزی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۷۳۔ المصنوع فی احادیث الموضوع	ملا علی القاری	مطبع محمدی لاہور
۷۴۔ معرفۃ علوم الحدیث	محمد بن عبد اللہ حافظ النیشاپوری	مطبع دار الکتب المصریۃ ۱۳۹۷ھ
۷۵۔ المغنی عن الحفظ والکتاب	عمر بن بدر الموصلی	المطبعۃ السلفیہ مصر ۱۳۴۲ھ
۷۶۔ مفتاح السنۃ	عبد العزیز الخولی	المطبعۃ النار مصر ۱۹۲۱ء
۷۷۔ المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبد الرحمان السخاوی	مطبع علوی الہند ۱۳۰۴ھ
۷۸۔ مقدمہ (علوم الحدیث)	ابن صلاح	مطبع دار الکتب مصر ۱۹۷۴ء
۷۹۔ المنار المنیف	ابن قیم الجوزیہ	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب ۱۹۸۰ء
۸۰۔ منہاج السنۃ النبویہ	تقی الدین ابن تیمیہ	مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ریاض
۸۱۔ موضوعات کبیر	ملا علی القاری	المطبعۃ العامرۃ مصر ۱۲۸۹ھ
۸۲۔ الموطا (مع تنویر الحوالک)	مالک بن انس	المطبعۃ التجاریۃ الکبری مصر
۸۳۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	المطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ
۸۴۔ نزہۃ النظر فی نخبۃ الفکر	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰۲ء
۸۵۔ نہج البلاغہ (شرحہ)	ابن ابی الحدید	دار احیاء الکتب العربیہ ۱۳۷۹ھ
۸۶۔ ہدایۃ	برہان الدین المرغینانی	مطبع مجتبائی دہلی

۸۷۔ Gold Zihar, Muslim Studies. Vol. II, London, 1971.

۸۸۔ H. M. Balyuzi, Mohammed and the Course of Islam, Oxford, Edition Ist.

۸۹۔ M. M. Azmi, Studies in early Hadith Literature, Beirut, 1968.